

# اہل سنت کے نزدیک اہل بیت کا مقام و مرتبہ

مترجم

فضل الرحمن رحمانی الندوی (مدنی)

سکریٹری لجنة الدعوة (برائے مسجد بخاری حی البلد)  
مرکز دعوه والارشاد جدہ سعودی عرب



تم إعداد هذا الكتاب بالتعاون مع:

موقع البرهان : [www.alburhan.com](http://www.alburhan.com)

موقع العقيدة : [www.aqeedeh.com](http://www.aqeedeh.com)

محفوظة  
جميع الحقوق

لا يسمح بالنشر الالكتروني أو المطبوع إلا بعد الرجوع والاستئذان من أحد الموقعين

نام کتاب	:	اہل سنت کے نزدیک اہل بیت کا مقام و مرتبہ
ترجمہ و تلخیص	:	فضل الرحمن رحمانی ندوی مدنی
ناشر	:	عقیدہ لائبریری www.aqeedeh.com
سال طبع	:	2010ء
تعداد	:	20 ہزار



## فہرست مضامین

6	پہلی فصل: اہل بیت کون؟
14	دوسری فصل: اہل بیت اور اہل سنت والجماعت کا اجمالی عقیدہ
18	تیسری فصل: قرآن میں اہل بیت کے فضائل
22	چوتھی فصل: سنت مطہرہ سے اہل بیت کے فضائل کا بیان
29	پانچویں فصل: اہل بیت کا مقام صحابہ اور تابعین کی نظر میں
29	سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:
30	سیدنا عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
34	عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ
35	ابوبکر بن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ
35	شیخ الاسلام ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ
38	امام ابن قیم رضی اللہ عنہ
39	حافظ ابن کثیر رضی اللہ عنہ
40	حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ
40	شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رضی اللہ عنہ
42	چھٹی فصل: اہل بیت صحابہ کے بارے میں بعض اہل علم کی ثنا خوانی
42	نبی کریم ﷺ کے چچا سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ
42	نبی ﷺ کے ایک اور چچا سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ
43	امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
47	نواسہ رسول سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما
49	نواسہ رسول سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما
51	رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
54	رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
57	رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد کے بیٹے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما

- 58- دیگر اہل بیت صحابہ
- 59- ساتویں فصل: اہل بیت صحابیات کے بارے میں اہل علم کی مدح سرائی
- 59- رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا
- 60- ام المومنین سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا
- 62- ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
- 64- ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا
- 64- ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا
- 65- ام المومنین سیدہ ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا
- 65- ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا
- 66- ام المومنین سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا
- 66- ام المومنین سیدہ صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا
- 67- ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا
- 68- ام المومنین سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا
- 68- ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا
- 69- رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا
- 70- دیگر اہل بیت صحابیات
- 71- آٹھویں فصل: بعض اہل علم کی اہل بیت تابعین کے بارے میں مدح سرائی
- 71- محمد بن علی بن ابی طالب المعروف ابن حنفیہ رحمہ اللہ
- 72- علی بن حسین بن علی بن ابی طالب المعروف زین العابدین رحمہ اللہ
- 73- محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب المعروف محمد باقر رحمہ اللہ
- 75- جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رحمہ اللہ
- 76- علی بن عبد اللہ بن عباس رحمہ اللہ
- 77- نویں فصل: اہل بیت کے بارے میں اہل سنت اور دیگر فرقوں کے عقیدے میں تقابل
- 82- دسویں فصل: اہل بیت کی طرف جھوٹی نسبت جوڑنا حرام ہے

## پہلی فصل:

### اہل بیت کون؟

نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کے بارے میں صحیح بات یہ ہے کہ اس سے مراد آپ کے وہ رشتے دار ہیں جن پر صدقہ حرام ہے، یعنی آپ کی ازواج مطہرات، اولاد نیز جناب عبد المطلب کی نسل میں سے ہر مسلمان مرد و عورت جنہیں بنو ہاشم کہا جاتا ہے۔ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وُلِدَ لِهَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ شَيْبَةٌ، وَهُوَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ، وَفِيهِ الْعُمُودُ وَالشَّرَفُ، وَلَمْ يَبْقَ لِهَاشِمٍ عَقِبٌ إِلَّا مِنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَطُ)) ❶

”ہاشم بن عبد مناف کے گھر شیبہ پیدا ہوئے جنہیں عبد المطلب کہا جانے لگا۔ ہاشم کے شرف و مرتبہ کے وہی وارث ہوئے اور ان کے علاوہ کسی اور بیٹے سے ہاشم کی نسل نہیں چلی۔“

اس بات کی دلیل کہ ”آپ کے چچاؤں کی نسل بھی اہل بیت میں داخل ہے“ صحیح مسلم کی وہ حدیث ہے جو حضرت عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ درخواست لے کر حاضر ہوئے کہ آپ ہمیں صدقے کی وصولی پر مقرر فرمادیں تاکہ ہم اس کام کی تنخواہ سے اپنی شادی

❶ جمہرة انساب العرب، ص: ۱۴

جناب عبد المطلب کی نسل کے بارے میں علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کی کتاب ”جمہرة أنساب العرب“ کے صفحہ نمبر ۱۵، ۱۴، ابن قدامہ رحمہ اللہ کی کتاب ”التبيين في أنساب القرشيين“ صفحہ: ۷۶، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ”منہاج السنہ“ ۷/۳۰۴، ۳۰۵ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی ”فتح الباری ۷/۷۸، ۷۹“ کا مطالعہ کیا جائے۔

کا سامان کر سکیں۔ آپ نے ہمیں فرمایا:

((إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَبْغَى لَأَلِ مُحَمَّدٍ، إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخِ النَّاسِ))<sup>❶</sup>

”آل محمد ﷺ کے لیے صدقے کی آمدنی حلال نہیں، یہ تو لوگوں کی میل کچیل ہے۔“

پھر آپ نے خمس کے مال سے ان کی شادی کرنے کا حکم دیا۔

امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ جیسے بعض اہل علم نے صدقے کی حرمت کے مسئلہ میں بنو ہاشم کے ساتھ بنو مطلب بن عبد مناف کو بھی شامل کیا ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے خمس (جنگ سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کا پانچواں حصہ) سے ان کو بھی حصہ دیا تھا جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے: ”نبی کریم ﷺ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو خمس سے حصہ دیا لیکن عبد شمس اور نوفل کی اولاد کو کچھ نہ دیا۔ حالانکہ ہاشم، مطلب، عبد شمس اور نوفل آپس میں بھائی ہیں اور وجہ یہ بتائی کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک ہیں۔“<sup>❷</sup>

آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے اہل بیت میں سے ہونے کی دلیل اللہ عز وجل کا یہ فرمان ہے:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ٥١ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ٥٢﴾ (الأحزاب ۳۳/ ۳۳، ۳۴)

”(اے نبی کی بیویو!) تم اپنے گھروں میں قرار (عزت و وقار) سے رہو اور دور

❶ صحیح مسلم، الزکاة، باب ترك استعمال ال النبي ﷺ علی الصدقة، ح : ۱۰۷۲

❷ صحیح البخاری، فرض الخمس، باب ومن الدلیل علی أن الخمس للإمام..... حدیث : ۳۱۴۰.

جاہلیت کی طرح اظہارِ زینت نہ کرو، بلکہ نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اے اہل بیت! اللہ گندی چیزوں کو تم سے دور رکھنا چاہتا ہے اور تمہیں اچھی طرح پاک صاف رکھنا چاہتا ہے۔ اس لیے تم گھروں میں رہ کر اللہ کی نازل کردہ آیات اور (رسول کی بیان کردہ) حکمت کو یاد کرتی رہو۔ بلاشبہ اللہ نہایت باریک بین اور انتہائی خبردار ہے۔“

یہ آیت مبارکہ قطعی طور پر دلالت کرتی ہے کہ ازواجِ مطہرات اہل بیت میں داخل ہیں کیونکہ اس آیت سے ماقبل اور مابعد کی آیات میں انہی سے خطاب ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث کو اس کے منافی خیال نہ کیا جائے جو کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مَّرْحَلٌ مِّنْ شَعْرِ أَسْوَدَ، فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ، ثُمَّ جَاءَتِ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا، ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌُّّ فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ قَالَ: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾)) ❶

”نبی کریم ﷺ ایک دن تشریف فرما ہوئے، آپ پر سیاہ بالوں کی بنی ہوئی منقش چادر تھی۔ اتنے میں حسن بن علی رضی اللہ عنہ آ گئے، آپ نے ان کو چادر میں داخل فرمالیا، پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے تو وہ بھی ساتھ داخل ہو گئے، پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں تو آپ نے انہیں بھی چادر میں داخل فرمالیا۔ پھر علی رضی اللہ عنہ پہنچ گئے تو آپ نے انہیں بھی داخل فرمالیا۔ پھر فرمایا: ”اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ہر بری چیز دور فرما کر تمہیں خوب پاک صاف کر دے۔“

کیونکہ اس آیت میں صراحتاً خطاب تو ازواجِ مطہرات کو ہے لہذا وہ تو لازماً داخل ہیں،



البتہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سیدنا علی، سیدہ فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم بھی ان کے ساتھ اہل بیت میں داخل ہیں اس حدیث میں ان چار حضرات کے ذکر کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے رشتہ دار اہل بیت میں داخل نہیں، بلکہ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ چاروں آپ کے گھرے رشتہ دار ہیں۔ جس طرح یہ آیت ازواج مطہرات کے اہل بیت میں داخل ہونے پر دلالت کرتی ہے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سابقہ حدیث سیدنا علی، فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم کے اہل بیت میں داخل ہونے پر دلالت کرتی ہے، اس کی ایک نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے:

﴿لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ﴾ (التوبہ: پ ۹ / ۱۰۸)

”وہ مسجد جس کی بنیاد ابتدا ہی سے تقویٰ اور خلوص پر رکھی گئی۔“

یہ فرمان الہی مسجد قبا کے بارے میں ہے۔ جبکہ صحیح مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسجد سے مراد مسجد نبوی ہے۔<sup>①</sup> گویا دونوں مسجدیں اس فرمان کا مصداق ہیں۔ کیونکہ دونوں کی بنیاد نبی اکرم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے رکھی۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ مثال اپنے رسالہ ”فَضْلُ أَهْلِ الْبَيْتِ وَحُقُوقُهُمْ“ میں ذکر فرمائی ہے۔<sup>②</sup> آپ کی ازواج مطہرات لفظ ”آل“ کے تحت داخل ہیں کیونکہ آپ کا فرمان ہے:

((إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لآلِ مُحَمَّدٍ))<sup>③</sup>

”صدقہ و زکوٰۃ آل محمد ﷺ کے لیے حلال نہیں۔“

اس لیے ان کو خمس سے حصہ دیا جاتا تھا۔ نیز مصنف ابن ابی شیبہ میں ابن ابی ملیکہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے: ”سیدنا خالد بن سعید نے سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر صدقے کی ایک گائے بھیج دی۔ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے واپس لوٹایا اور فرمایا:

① صحیح مسلم، الحج، باب بیان المسجد الذی أسس علی التقویٰ ہو مسجد النبی ﷺ بالمدينة،

حدیث: ۱۳۹۸۔

② فضل أهل البيت و حقوقهم، ص: ۲۰، ۲۱۔

③ مسند احمد: ۲/۲۷۹۔

((إِنَّا آلَ مُحَمَّدٍ ﷺ لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ))<sup>❶</sup>

”ہم آل محمد ﷺ کے لیے صدقہ حلال نہیں۔“

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اپنی کتاب ”جلاء الأفہام“ میں اس مسلک کے قائلین کے دلائل ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہ لوگ کہتے ہیں کہ بیویاں بھی آل میں داخل ہوتی ہیں خصوصاً ازواج مطہرات آل محمد ﷺ میں داخل ہیں، کیونکہ زوجیت والا رشتہ بھی تو نسب جیسا ہے۔ ازواج مطہرات کا رشتہ نبی کریم ﷺ سے منقطع نہیں ہوا تبھی تو وہ آپ کی زندگی میں اور آپ کی وفات کے بعد بھی دوسرے مردوں پر حرام ہیں۔ وہ دنیا میں بھی آپ کی بیویاں ہیں اور آخرت میں بھی آپ کی بیویاں ہوں گی۔ لہذا ان کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ رشتہ نسب کی طرح قائم و دائم ہے۔ آپ نے درود میں ان کو صراحۃً شامل فرمایا ہے، اس لیے صحیح بات یہی ہے کہ صدقہ ازواج مطہرات پر بھی حرام ہے کیونکہ یہ لوگوں کی میل کچیل ہے اور اللہ نے آپ کی ذات اقدس اور آپ کی آل کو انسانوں کی اس میل کچیل سے بچا کر رکھا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ پھر تعجب کی بات ہے کہ اگر ازواج مطہرات آپ کے مندرجہ ذیل فرامین میں داخل ہیں:

((اللَّهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوتًا))<sup>❷</sup>

”اے اللہ! آل محمد ﷺ کو صرف ضرورت کی حد تک رزق دے۔“

اور قربانی کرتے وقت آپ ﷺ فرماتے تھے:

((اللَّهُمَّ هَذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ))<sup>❸</sup>

”اے اللہ! یہ قربانی محمد اور آل محمد ﷺ کی طرف سے ہے۔“

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

❶ المصنف لابن أبي شيبة، باب لا تحل الصدقة على بني هاشم، ح: ۱۰۷۰۸

❷ صحيح مسلم، الزكاة، باب في الكفاف والقناعة، ح: ۱۰۵۵، ومسنده أحمد: ۲۳۲/۲

❸ المعجم الكبير للطبراني، ح: ۳۰۵۹

(( مَا شَبَعَ آلَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ خُبْزٍ بُرٍّ ))<sup>①</sup>  
 ”آل رسول اللہ ﷺ نے کبھی گندم کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی۔“

اسی طرح اس درود میں بھی ازواجِ مطہرات شامل ہیں:  
 (( اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ ))  
 ”اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آل محمد پر۔“

تو کیا وجہ ہے کہ وہ آپ کے اس فرمان میں داخل نہیں۔

(( اِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لآلِ مُحَمَّدٍ ))<sup>②</sup>

”صدقہ آل محمد ﷺ کے لیے حلال نہیں۔“

حالانکہ صدقہ لوگوں کی میل کچیل ہے۔ ازواجِ مطہرات تو اس سے بچائے جانے اور دور رکھے جانے کی زیادہ حقدار تھیں۔

اگر کہا جائے کہ اگر صدقہ ازواجِ مطہرات پر حرام ہوتا تو ان کے غلاموں اور لونڈیوں پر بھی حرام ہونا چاہیے تھا جس طرح بنو ہاشم پر حرام ہوا تو ان کے غلاموں اور لونڈیوں پر بھی حرام ہو گیا، حالانکہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو صدقے کا گوشت بھیجا گیا اور انہوں نے کھایا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں منع نہیں کیا، جبکہ بریرہ رضی اللہ عنہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی تھیں۔

درحقیقت اسی بات سے ان لوگوں کو اشتباہ ہوا جنہوں نے ازواجِ مطہرات کے لیے صدقے کا استعمال جائز کہا ہے۔ اس اشتباہ کا جواب یہ ہے کہ ازواجِ مطہرات پر صدقے کی حرمت ذاتی نہیں، بلکہ نبی اکرم ﷺ کی وجہ سے ہے ورنہ آپ کے ساتھ نکاح سے پہلے ان پر صدقہ حرام نہیں تھا، لہذا اس حرمت میں وہ فرع ہیں اور غلاموں پر حرمت آقا پر حرمت کی

① صحیح البخاری، الأیمان والنذور، باب إذا حلف أن لا يأتم فأكمل تمرًا..... ح: ۶۶۸۷، وصحیح

مسلم، الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن..... ح: ۲۹۷۰.

② مسند احمد: ۲/۲۷۹.

فرع کی فرع ہیں، جبکہ بنو ہاشم پر صدقے کی حرمت ذاتی ہے اس لیے یہ ان کے غلاموں پر بھی لاگو ہوگی۔

اس مسلک کے ماننے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يُنْسَاءُ النَّبِيُّ مَنْ يَأْتِ مِنْكَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيَّنَةٍ يُضَعَفُ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝ وَمَنْ يَقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُوتْهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ۝ يَنْسَاءُ النَّبِيُّ لِسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ إِنْ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۝ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ۝﴾

(الأحزاب: ۳۳ / ۳۰ تا ۳۴)

”اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو واضح گناہ کا ارتکاب کرے گی اسے دوگنا عذاب دیا جائے گا اور یہ بات اللہ کے لیے معمولی ہے۔ البتہ تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں بردار رہے گی اور نیک کام کرے گی، اسے ثواب بھی دوگنا دیں گے، اور ہم نے اس کے لیے بہترین رزق تیار کر رکھا ہے۔“ اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم متقی ہو تو (نامحرم لوگوں سے باتیں کرتے وقت) نرم آواز سے بات نہ کرو ورنہ بیمار دل والا طمع کرنے لگے گا۔“

البتہ بات اچھی کرو اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور گزشتہ جاہلیت کی طرح اظہار زینت نہ کرو اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی

اطاعت کرو۔ اے نبی کے گھر والو! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی نامناسب چیز دور کر دے اور تم کو اچھی طرح پاک صاف کر دے اور جو قرآنی آیات اور حکمتیں تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں ان کی طرف دھیان رکھا کرو۔ بے شک اللہ نہایت باریک بین اور انتہائی خبردار ہے۔“

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ازواج مطہرات اہل بیت میں داخل ہیں، کیونکہ اہل بیت والی آیت سے ماقبل آیات اور بعد والی آیت میں خطاب ازواج مطہرات سے ہے۔ لہذا ان کو اہل بیت سے نکالنا ممکن نہیں۔ واللہ اعلم ❶

بنو ہاشم کے غلاموں پر صدقے کی حرمت کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی رحمہم اللہ نے صحیح سند کے ساتھ سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ سے یوں بیان فرمایا ہے:

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا عَلَى الصَّدَقَةِ مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ، فَقَالَ لِأَبِي رَافِعٍ: اصْحَبْنِي فَإِنَّكَ تُصِيبُ مِنْهَا، قَالَ: حَتَّىٰ آتِيَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَسْأَلُهُ، فَأَتَاهُ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، وَإِنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ)) ❷

”نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو بنو مخزوم کے صدقات جمع کرنے کے لیے مقرر فرمایا، وہ شخص سیدنا ابورافع سے کہنے لگا: تم بھی میرے ساتھ چلو، تمہیں بھی کچھ حصہ ملے گا، ابورافع نے کہا: میں پہلے رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لوں۔ وہ آپ کے پاس آئے اور پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”کسی قوم کا غلام بھی انہی میں سے شمار ہوتا ہے اور ہمارے لیے صدقہ جائز نہیں۔“

\*.....\*

❶ جلاء الافہام ص: ۳۳۱ تا ۳۳۳.

❷ سنن أبي داود، الزكاة، باب الصدقة على بني هاشم، ح: ۱۶۵۰، وجامع الترمذی، الزكاة، باب ما

جاء في كراهية الصدقة للبنی ﷺ ..... ح: ۶۵۷

## دوسری فصل:

### اہل بیت اور اہل سنت والجماعت کا اجمالی عقیدہ

تمام اعتقادی مسائل میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ افراط و تفریط سے پاک ہوتا ہے۔ اس میں کوئی زیادتی ہوتی ہے نہ کمی۔ اہل بیت کے بارے میں بھی ان کا عقیدہ صاف ستھرا ہے۔ وہ جناب عبدالمطلب کی نسل میں سے ہر مسلمان مرد و عورت سے محبت رکھتے ہیں۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کی تمام ازواج مطہرات سے بھی عقیدت رکھتے ہیں۔ اہل سنت تمام اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں، سب کی تعریف کرتے ہیں اور ان کو اسی مرتبہ پر رکھتے ہیں جس کے وہ مستحق ہیں۔ اس میں عدل و انصاف کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ ذاتی جذبات اور تحفظات کی طرف دھیان نہیں دیتے، بلکہ وہ اس شخص کی فضیلت کا اعتراف کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے نسب کی فضیلت کے ساتھ ساتھ ایمان کی فضیلت سے بھی بہرہ ور فرمایا ہے، لہذا اہل بیت میں سے جس شخص کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل ہے وہ اس سے اس کے ایمان و تقویٰ کی بنا پر اس کے صحابی ہونے کی بنا پر اور نبی کریم ﷺ سے قرابت کی بنا پر محبت کرتے ہیں اور اہل بیت میں سے جس شخص کو صحبت کا شرف حاصل نہیں وہ اس سے اس کے ایمان و تقویٰ وجہ سے اور رسول اللہ ﷺ سے قرابت کے سبب سے محبت کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ نسب ایمان کے تابع ہے اور اہل بیت میں سے جسے اللہ تعالیٰ نے دونوں شرف عطا فرمائے ہیں اسے دونوں فضیلتیں حاصل ہیں۔ لیکن جسے ایمان کی توفیق نہ ملی اسے نسب کی فضیلت کا کوئی فائدہ نہیں۔ اللہ عز و جل کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات: ۱۳/۴۹)

”تم میں سے زیادہ معزز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے۔“



رسول اللہ ﷺ نے ایک لمبی حدیث میں فرمایا ہے۔ جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

((وَمَنْ بَطَأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يَسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ)) ❶

”جس شخص کے عمل سست ہوں اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔“

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ اپنی کتاب ”جامع العلوم والحکم“ میں اس حدیث مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ درحقیقت عمل ہی انسان کے درجات آخرت میں بلند کرتا ہے۔“ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلِكُلِّ دَرَجَتٍ مِّمَّا عَمِلُوا﴾ (الانعام: ۱۳۲)

”ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق درجات ملیں گے۔“

لہذا جس شخص کے اعمال اسے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند درجات تک پہنچانے سے قاصر ہوں اس کا نسب اسے ان درجات تک نہیں پہنچا سکے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جزا اعمال کے مطابق رکھی ہے نہ کہ نسب کے مطابق، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ﴾

(المؤمنون: ۲۳/۱۰۱)

”جب صور پھونکا جائے گا تو لوگوں میں کوئی رشتہ باقی رہے گا نہ وہ ایک دوسرے سے کچھ مانگیں گے۔“

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ وہ نیک اعمال کی بدولت اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت حاصل کریں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكُظَّيْنِ

الْغَيْظُ ﴿آل عمران ۳: ۱۳۳، ۱۳۴﴾

”اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھو جس کی چوڑائی آسمان وزمین کے برابر ہے۔ وہ جنت ان نیک لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو خوشحالی اور تنگی ہر حال میں خرچ کرتے ہیں اور اپنے غصے کو پی جاتے ہیں۔“

نیز فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ هُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ۝ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ﴾

(المؤمنون: ۲۳/۵۷ تا ۶۱)

”بلاشبہ جو لوگ اپنے رب کے ڈر سے ہمیشہ سہمے رہتے ہیں اور اپنے رب کی آیات پر مضبوط ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب کریم کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے اور بہترین اعمال کرنے کے باوجود دل میں ڈرتے رہتے ہیں کہ آخر انہیں اپنے رب کے ہاں حاضر ہونا ہے، یہ لوگ نیکوں میں لگے رہتے ہیں اور سب سے آگے نکل جاتے ہیں۔“

پھر ابن رجب نے بہت سی ایسی آیات و احادیث نقل فرمائی ہیں جو نیک اعمال کی طرف ابھارتی ہیں اور یہ بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت بھی تقویٰ اور نیک عمل ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ پھر آخر میں انہوں نے سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی صحیحین میں مروی یہ حدیث ذکر فرمائی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((أَلَا إِنَّ آلَ أَبِي يَعْنِيَفَلَانَا، لَيْسُوا إِلَيَّ بِأَوْلِيَاءَ، وَإِنَّمَا وَلِيُّ اللَّهِ  
وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ))<sup>①</sup>

”فلاں قبیلے کے لوگ میرے ساتھی نہیں۔ میرا ساتھی تو اللہ تعالیٰ ہے اور نیک  
مومن ہیں۔“

اس فرمان نبوی سے آپ ﷺ کا اشارہ اس جانب ہے کہ آپ کی محبت بھی قریبی  
نسب و خاندان کی بنا پر حاصل نہیں ہوتی بلکہ ایمان اور عمل صالح ہی کی بنا پر حاصل ہو سکتی ہے۔  
جو شخص ایمان و عمل میں کامل ہے وہ آپ کا زیادہ قریبی ہے خواہ اس کا نسب آپ سے ملتا ہو یا  
نہ ملتا ہو۔ آخر میں حافظ ابن رجب رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شاعر نے اسی مفہوم کو یوں  
بیان کیا ہے:

لَعَمْرُكَ مَا الْإِنْسَانُ إِلَّا بِدِينِهِ  
فَلَا تَشْرُكَ التَّقْوَى اتِّكَالًا عَلَى النَّسَبِ  
لَقَدْ رَفَعَ الْإِسْلَامُ سَلْمَانَ فَارِسٍ  
وَقَدْ وَضَعَ الشَّرْكَ النَّسَبَ أَبَا لَهَبٍ

”اللہ تعالیٰ تیری عمر دراز کرے انسان کا مرتبہ اس کے دین سے معلوم ہوتا ہے۔  
لہذا تو نسب و خاندان پر اعتماد کرتے ہوئے نیکی و تقویٰ سے غافل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ  
نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا درجہ بلند کر دیا مگر شرک کی بنا پر آپ کا ہم نسب ابو لہب  
ذلیل ہو گیا۔“<sup>②</sup>



① صحیح البخاری، الأدب، باب تہل الرحم ببالہا، ح: ۵۹۹، وصحیح مسلم، الإیمان، باب موالاة

المؤمنین ومقاطعة غیرہم..... ح: ۲۱۵ واللفظ له

② جامع العلوم والحکم: ۳۰۸/۲.

## تیسری فصل:

### قرآن میں اہل بیت کے فضائل

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يُنِسَاءَ النَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُضَعَّفُ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝ وَمَن يَقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُوتَهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ۝ يُنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مَن آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا﴾ (الأحزاب: ۲۳/۳۰ تا ۳۴)

”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے: اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی زینت کی طلب گار ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر اچھے طریقے سے فارغ کر دوں۔ لیکن اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور اخروی زندگی کی طالب ہو تو (پھر مجھ سے کسی دنیوی چیز کا مطالبہ نہ کرنا کیونکہ) اللہ نے تم جیسی پاکباز عورتوں کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو واضح گناہ کا ارتکاب

کرے گی اسے دو گنا عذاب دیا جائے گا اور یہ بات اللہ کے لیے معمولی ہے۔  
 البتہ تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں بردار رہے گی اور نیک کام  
 کرے گی ہم اسے ثواب بھی دگنا دیں گے اور ہم نے اس کے لیے بہترین رزق  
 تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم متقی ہو تو  
 (نامحرم لوگوں سے باتیں کرتے وقت) نرم آواز سے بات نہ کرو ورنہ بیمار دل  
 و لاطمع کرنے لگے گا۔ البتہ بات اچھی کرو اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور  
 گزشتہ جاہلیت کی طرح اظہار زینت نہ کرو اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ  
 اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اے نبی کے گھر والو! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے  
 ہر قسم کی نامناسب چیز دور کر دے اور تم کو اچھی طرح پاک صاف کر دے اور جو  
 قرآنی آیات اور حکمتیں تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں ان کی طرف  
 دھیان رکھا کرو۔ بلاشبہ اللہ بہت باریک بین اور خبردار ہیں۔“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ  
 تَطْهِيرًا﴾ (الأحزاب: ۳۳)

”اے نبی کے گھر والو! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی نامناسب چیز دور کر دے  
 اور تم کو اچھی طرح پاک صاف کر دے۔“

اہل بیت کی فضیلت پر بخوبی دلالت کر رہا ہے اور اہل بیت سے مراد آپ کے وہی رشتہ  
 دار ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ ان میں آپ کی ازواج مطہرات اور اولاد خصوصی طور پر شامل  
 ہیں۔ جیسا کہ پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔

نیز یہ آیات ازواج مطہرات کے کچھ دوسرے فضائل بھی ظاہر کرتی ہیں۔ مثلاً جب ان  
 کو دنیا کی زیب و زینت اور اللہ و رسول اور آخرت میں سے ایک کو پسند کے لیے کہا گیا تو

انہوں نے بیک زبان اللہ و رسول اور آخرت کو پسند کیا اور پھر کبھی رسول اللہ ﷺ سے دنیا کی کوئی چیز نہیں مانگی اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

ازواج مطہرات کی فضیلت پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی بخوبی دلالت کرتا ہے:

﴿وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾ (الاحزاب: ۶/۳۳)

”نبی کی بیویاں امت کی مائیں ہیں۔“

اس آیت کی رو سے انہیں تمام مومنوں کی مائیں قرار دیا گیا ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى﴾ (الشوری: ۲۳/۴۲)

”اے نبی کہہ دیجیے! میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا علاوہ اس کے کہ تم رشتہ

داری کا لحاظ رکھو۔“

اس سے اہل بیت مراد نہیں، بلکہ اس سے قریش کے قبائل میں آپ کی رشتہ داری مراد ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن بشار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی محمد بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا عبد الملک بن میسرہ سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے طاؤس سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ﴿إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى﴾ کا مطلب پوچھا گیا: ان کے جواب دینے سے قبل سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اس سے محمد ﷺ کے اہل بیت مراد ہیں۔“ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((عَجِلْتُ، إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَكُنْ بَطْنٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَّا كَانَ لَهُ

فِيهِمْ قَرَابَةٌ، فَقَالَ: إِلَّا أَنْ تَصْلُوا مَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِنَ الْقَرَابَةِ))

”تم نے جلد بازی سے کام لیا، اس آیت کا مطلب یہ نہیں، اصل بات یہ ہے کہ

قریش کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں تھا جس سے نبی ﷺ کی رشتہ داری نہ ہو۔ مقصود یہ



ہے کہ تم ایمان نہیں لاتے تو کم از کم اس رشتہ داری کا تو لحاظ رکھو جو میرے تمہارے درمیان ہے۔“

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”اے نبی کریم ﷺ ان مشرکین مکہ سے کہہ دیجیے کہ میں اس تبلیغ اور نصیحت کے صلے میں تم سے مال کا طلب گار نہیں، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تم کم از کم مجھے تکلیف نہ دو اور مجھے تبلیغ رسالت کا کام کھلے بندوں کرنے دو۔ اگر تم میری مدد نہیں کر سکتے تو کم از کم باہمی رشتہ داری کا لحاظ رکھتے ہوئے مجھے تکلیف بھی نہ دو۔“

اس کے بعد امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مذکورہ بالا اثر نقل کیا ہے۔

بعض گمراہ لوگوں نے اس آیت میں وارد لفظ ﴿الْقُرْبَى﴾ کا جو یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اس سے صرف فاطمہ اور علی رضی اللہ عنہما اور ان دونوں کی اولاد مراد ہے، تو یہ صحیح نہیں، کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور سیدہ علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کی شادی تو مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد ہوئی۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس آیت مبارکہ کا نزول مدینہ منورہ میں ماننا علمی طور پر بعید از عقل ہے کیونکہ یہ آیت یقیناً مکی ہے۔ اس وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں اولاد کا تصور تک نہیں تھا، کیونکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ان کی شادی جنگ بدر کے بعد ۲ ہجری میں ہوئی۔ اس آیت کی تفسیر وہی ہے جو ترجمہ قرآن اور امت کے نابغہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمائی ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے۔“

اس کے بعد ابن کثیر نے اہل بیت کی فضیلت پر دلالت کرنے والی بعض احادیث اور

سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے مروی بعض آثار بھی ذکر کیے ہیں۔

\*.....\*

## چوتھی فصل:

### سنت مطہرہ سے اہل بیت کے فضائل کا بیان

صحیح مسلم میں سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یوں فرماتے ہوئے سنا:

((إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَاصْطَفَى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ، وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ))<sup>①</sup>

”اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنو کنانہ کو منتخب فرمایا، پھر بنو کنانہ سے قریش کو چنا، پھر قریش سے بنو ہاشم کو ممتاز فرمایا اور بنو ہاشم میں سے مجھے پسند فرمایا۔“

صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مَرَحَلٌ مِّنْ شَعْرِ اسْوَدَ، فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ، ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا، ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ قَالَ: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾))<sup>②</sup>

”نبی کریم ﷺ ایک دن تشریف فرما ہوئے۔ آپ پر کالے بالوں سے بنی ہوئی

① صحیح مسلم، الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ، ح: ۲۲۷۶،

② صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضائل أهل بيت النبي ﷺ، ح: ۲۴۲۴

ایک منقش چادر تھی۔ اتنے میں حسن بن علی رضی اللہ عنہما آگئے تو آپ نے ان کو چادر میں داخل فرمالیا، کچھ دیر بعد حسین رضی اللہ عنہ بھی رونق افروز ہو گئے تو وہ بھی ان کے ساتھ چادر میں داخل ہو گئے۔ پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا پہنچ گئیں آپ نے ان کو بھی داخل فرمالیا۔ آخر میں علی رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے آپ نے انہیں بھی داخل فرمالیا، پھر فرمایا: اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے پلید چیزوں کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک صاف کر دے۔“

صحیح مسلم میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یوں منقول ہے کہ جب یہ آیت اتری: ((فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ ۖ دَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا، فَقَالَ: اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلِي)) ❶

”اے نبی کریم! فرمادیجئے: آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ..... تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی، سیدہ فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔“

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں یزید بن حیان سے باسند بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں: ”میں حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب ہم ان کے حضور بیٹھے تو حصین کہنے لگے: جناب زید! آپ کو بہت فضیلت حاصل ہے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے آپ کی باتوں کو سنا ہے، آپ کے ساتھ مل کر غزوہ کیا ہے، آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ غرض! آپ کو بہت سے فضائل حاصل ہوئے ہیں، تو جناب محترم! ہمیں چند باتیں بیان فرمائیں جو آپ نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنی ہوں۔“ وہ فرمانے لگے: ”بھتیجے! اللہ کی قسم!

میری عمر بڑی ہو گئی ہے۔ آپ سے ملاقات کو عرصہ دراز ہو گیا ہے۔ ہو سکتا ہے آپ ﷺ سے سنی ہوئی بعض باتیں بھول بھی گئی ہوں۔ لہذا میں جو کچھ تمہیں بیان کروں اسے ہاتھوں ہاتھ لینا اور جو بیان نہ کر سکوں اس میں مجھے معذور سمجھنا۔“ پھر کہنے لگے: ”ایک دن رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان غدیر خم کے مقام پر خطاب فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کچھ وعظ و نصیحت کی۔ پھر فرمایا:

((أَمَّا بَعْدُ: أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ! فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبُ، وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللَّهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ، فَخُذُوا بِكِتَابِ اللَّهِ، وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ، فَحَتَّ عَلَيْكِتَابِ اللَّهِ وَرَغَبَ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ: وَأَهْلُ بَيْتِي، أَذْكُرُكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أَذْكُرُكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي، أَذْكُرُكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي)) ❶

”اے لوگو! میں ایک انسان ہوں، بہت ممکن ہے کہ میرے رب تعالیٰ کی طرف سے بلانے والا میرے پاس آ جائے اور میں لبیک کہہ دوں۔ میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ان میں سے ایک تو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور روشنی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔“ پھر آپ نے لوگوں کو کتاب اللہ کی طرف رغبت دلائی۔ پھر آپ نے فرمایا:

”دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا

ہوں۔“ حصین نے ان سے پوچھا: ”جناب زید! نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی بیویاں اہل بیت سے نہیں؟ وہ کہنے لگے ”آپ کی بیویاں آپ کے اہل بیت تو ہیں مگر اصل اہل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔“ حصین نے کہا: ”وہ کون ہیں؟“ فرمایا: ”آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس ہیں۔“ حصین نے پوچھا: ”ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ فرمایا: ”ہاں۔“

اور ایک روایت میں یوں ہے:

”ہم نے کہا: نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی بیویاں؟“ فرمایا: ”نہیں۔ اللہ کی قسم! عورت تو خاوند کے پاس کتنی دیر بھی رہے جب وہ اسے طلاق دے دیتا ہے تو وہ اپنے والد کے ہاں چلی جاتی ہے۔ اہل بیت تو آپ کا خاندان ہے یعنی وہ رشتہ دار جن پر صدقہ حرام ہے۔“ یہاں چند باتوں پر تنبیہ ضروری ہے:

۱: چادر اور مہبلہ والی روایات میں سیدنا علی، سیدہ فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم کا ذکر اس بات کی دلیل نہیں کہ صرف وہی اہل بیت ہیں۔ بلکہ اس کا مطلب تو صرف اتنا ہے کہ یہ حضرات آپ کے خصوصی اہل بیت میں شامل ہیں اور وہ اس اعزاز کے بدرجہ اولیٰ مستحق ہیں۔ یہ بات پیچھے بھی بیان ہو چکی ہے۔

۲: سیدنا زید رضی اللہ عنہ کا آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس کو خصوصاً ذکر کرنا اس بات کا متقاضی نہیں کہ صرف انہی پر صدقہ حرام ہے بلکہ صدقہ تو جناب عبدالمطلب کی نسل میں سے ہر مسلمان مرد و عورت پر حرام ہے، جیسا کہ پیچھے صحیح مسلم میں عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر ہو چکی ہے، جس میں صراحت ہے کہ ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا خاندان بھی اس حکم میں داخل ہے۔

۳: قبل از کتاب و سنت سے دلائل ذکر ہو چکے ہیں کہ آپ کی ازواج مطہرات بھی اہل

بیت میں داخل ہیں اور ان پر بھی صدقہ حرام ہے۔ رہا سیدنا زید سے منقول پہلی روایت میں ازواج مطہرات کا اہل بیت سے ہونا اور دوسری روایت میں اس کی نفی کرنا، تو اس سلسلہ میں پہلی ہی روایت معتبر ہے۔ باقی رہی دوسری روایت جس میں اس بات کی نفی ہے، وہ غیر معتبر ہے اور اس میں جو دلیل ذکر کی گئی ہے وہ عام بیویوں کے بارے میں تو درست ہے مگر آپ کی ازواج مطہرات کے بارے میں صحیح نہیں، کیونکہ آپ کی ازواج مطہرات کا آپ سے تعلق نسبی تعلق جیسا ہے وہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا، بلکہ وہ دنیا میں بھی آپ کی بیویاں تھیں اور آخرت میں بھی آپ کی بیویاں ہوں گی۔ جیسا کہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کے کلام سے اس کی وضاحت ذکر ہو چکی ہے۔

۴: اہل سنت والجماعت ہی وہ سعادت مند لوگ ہیں جنہوں نے اہل بیت کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی اس حدیث میں مذکور وصیت کو کما حقہ تسلیم کیا ہے، کیونکہ وہ سب اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں، ان سب سے عقیدت رکھتے ہیں اور عدل و انصاف کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہیں ان کے صحیح مراتب پر فائز کرتے ہیں۔ جبکہ ان کے مخالفین (روافض) کے بارے میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا ہے: ”روافض تو اس وصیت سے بہت دور ہیں، وہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی نسل کے دشمن ہیں۔ بلکہ وہ اکثر اہل بیت کے خلاف ہیں اور ان کے خلاف کافروں تک کی مدد کرتے رہے ہیں۔“<sup>①</sup>

شیخ البانی رحمہ اللہ نے ”سلسلة الأحادیث الصحيحة“ میں ایک حدیث بیان کی ہے:

((كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا سَبَبِي وَنَسَبِي))<sup>②</sup>

① مجموع الفتاوى لابن تیمیہ : ۴/ ۴۱۹۔

② المعجم الكبير للطبراني، ح: ۲۶۳۳-۲۶۳۵ وسلسلة الأحادیث الصحيحة، ح: ۲۰۳۶۔



”قیامت کے دن ہر واسطہ اور نسبی تعلق ختم ہو جائے گا، البتہ واسطہ اور نسبی تعلق قائم رہے گا۔“

اور اسے ابن عباس، حضرت عمر، ابن عمر اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کیا ہے۔ نیز اس حدیث کی تخریج کے بعد یوں تبصرہ فرمایا ہے: ”مختصر بات یہ ہے کہ یہ حدیث کثرتِ اسانید کی بنا پر صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔“

بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ اسی حدیث کی وجہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا، جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی لخت جگر تھیں، سے نکاح کی رغبت پیدا ہوئی۔ رضی اللہ عنہما۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں عبدالرزاق سے، انہوں نے معمر سے، انہوں نے ابن طاؤس سے، انہوں نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے اور انہوں نے ایک صحابی سے یہ روایت بیان فرمائی ہے کہ نبی کریم ﷺ یوں درود پڑھا کرتے تھے:

((اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَعَلَى أَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَعَلَى أَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ))<sup>①</sup>

”اے اللہ! محمد، آپ کے اہل بیت، آپ کی بیویوں اور آپ کی اولاد پر خصوصی رحمت نازل فرما، جیسی کہ تو نے آلِ ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی، بلاشبہ تو تعریف اور بزرگی والا ہے۔ نیز محمد ﷺ، آپ کے اہل بیت، آپ کی بیویوں اور آپ کی اولاد پر برکت نازل فرما، جیسی کہ تو نے آلِ ابراہیم پر برکت نازل فرمائی، بلاشبہ تو تعریف اور بزرگی والا ہے۔“

طاؤس رحمہ اللہ کے بیٹے فرماتے ہیں:

”میرے والد محترم بھی ایسے ہی درود پڑھا کرتے تھے۔“ اس حدیث کے تمام راوی (سوائے) کتب ستہ کے راوی ہیں۔ علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”اس روایت کو امام احمد اور امام طحاوی نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔“<sup>①</sup>

درود میں ازواج مطہرات اور کا ذکر صحیحین میں بھی سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اہل بیت مطہرات اور اولاد میں محدود ہیں۔ بلکہ اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ قطعاً اہل بیت ہیں۔ باقی رہا اس حدیث میں ازواج کا اہل بیت پر عطف تو یہ عام پر خاص کا عطف ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اہل بیت، ازواج اور ذریت والی حدیث جس کی سند میں مقال ہے۔ ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

”آپ نے اس حدیث میں ازواج، ذریت اور اہل بیت کو اکٹھا ذکر کر کے یہ صراحت فرمادی کہ ان کا اہل بیت سے ہونا قطعی ہے اور وہ اہل بیت سے خارج نہیں، بلکہ وہ اس فضیلت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ باقی رہا ان کا اہل بیت پر عطف تو یہ ان کی فضیلت و شرف کا خصوصی اظہار ہے، کیونکہ یہ کلام کا بلغ انداز ہے کہ ایک نوع کے چند افراد کا خصوصی ذکر بھی کر دیا ہے تاکہ پتہ چل جائے کہ یہ افراد اس نوع میں بدرجہ اتم داخل ہیں۔ خاص کا عام پر عطف یا عام کا خاص پر عطف مشہور طریقہ ہے۔“<sup>②</sup>

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَبْغِي لآلِ مُحَمَّدٍ، إِنَّمَا هِيَ أَوْ سَاخِ النَّاسِ))<sup>③</sup>  
 ”صدقہ آل محمد ﷺ کے لیے مناسب نہیں، یہ تو لوگوں کی میل کچیل ہے۔“

① صفة صلاة النبي ﷺ، ص : ۱۶۵۔

② جلاء الأفهام، ص : ۳۳۸۔

③ صحيح مسلم من حديث عبد المطلب بن ربيعة، الزكاة، باب ترك آل النبي على الصدقة، ح : ۱۰۷۲۔

## پانچویں فصل:

### اہل بیت کا مقام صحابہ اور تابعین کی نظر میں

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں روایت بیان کی ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَرَابَةُ اللَّهِ ﷻ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي.))<sup>①</sup>

”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں سے حسن سلوک میرے نزدیک اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے زیادہ محبوب ہے۔“

امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی نقل کیا ہے:

((أُرْقُبُوا مُحَمَّدًا ﷺ فِي أَهْلِ بَيْتِهِ.))<sup>②</sup>

”محمد ﷺ کے اہل بیت کے بارے میں آپ کا لحاظ رکھو۔“

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: ”آپ لوگوں سے خطاب فرما رہے ہیں اور انہیں نصیحت فرما رہے ہیں۔ مراقبہ کا معنی ہے کہ کسی چیز کا خیال رکھنا، پابندی کرنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا لحاظ رکھتے ہوئے آپ کے اہل بیت کا احترام کرو،

① صحیح البخاری، فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب قرابة رسول الله ﷺ، ح: ۳۷۱۲.

② صحیح البخاری، فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب قرابة رسول الله ﷺ، ح: ۳۷۱۳.

انہیں تکلیف نہ دو اور ان سے بدسلوکی نہ کرو۔“

صحیح بخاری میں سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((صَلَّى أَبُو بَكْرٍ ﷺ الْعَصْرَ، ثُمَّ خَرَجَ يَمْشِي، فَرَأَى الْحَسَنَ يَلْعَبُ مَعَ الصَّبِيَّانِ فَحَمَلَهُ عَلَى عَاتِقِهِ، وَقَالَ بِأَبِي شَبِيهٍ بِالنَّبِيِّ لَا شَبِيهٍ بَعْلَى وَعَلَى يَضْحَكُ)) ❶

”ایک دن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھی، پھر پیدل چل پڑے۔ راستے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بچوں کے ساتھ کھیلے ہوئے دیکھا تو ان کو اپنے کندھوں پر بٹھالیا اور فرمانے لگے: ”میرا باپ قربان! یہ نبی کریم ﷺ سے مشابہت رکھتے ہیں، علی رضی اللہ عنہ سے نہیں، سیدنا علی یہ سنتے ہوئے ہنس رہے تھے۔“

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں ”بأبی“ سے مراد یہ ہے کہ میرا باپ اس پر فدا ہو جائے۔ اس حدیث سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور اہل بیت سے آپ کی گہری محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما:

امام بخاری رحمہ اللہ صحیح بخاری میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے یوں بیان فرماتے ہیں:

((أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ﷺ كَانَ إِذَا قَحِطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا ﷺ فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِينَا فَاسْقِنَا قَالَ: فَيُسْقَوْنَ)) ❷

”جب قحط پڑ جاتا تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے بارش کی دعا

❶ صحیح البخاری، المناقب باب صفة النبي ﷺ، .....، ح: ۳۵۴۲.

❷ صحیح البخاری، الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا، ح: ۳۷۱۰، ۱۰۱۰.

کرواتے اور کہتے: ”اے اللہ! ہم نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ان کے ذریعے سے بارش کی دعا کروایا کرتے تھے، تو تو ہم پر بارش برسا دیا کرتا تھا۔ اب ہم نبی کریم ﷺ کے چچا کو واسطہ بنا رہے ہیں، ہم پر بارش برسا۔ راوی حدیث بیان فرماتے ہیں اور پھر واقعاً بارش ہوئی۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنانا دراصل ان سے دعا کروانا ہے۔ جیسا کہ دوسری روایات میں صراحۃً ذکر ہے، جنہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری کتاب الاستسقاء میں اس حدیث کی شرح کے دوران لکھا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دعا کے لیے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمانا رسول اللہ ﷺ سے ان کی رشتہ داری کی وجہ سے تھا۔ تبھی تو دعا میں ان کا نام لینے کی بجائے ”نبی کریم کا چچا“ کہا اور یہ بات کسے معلوم نہیں کہ علی رضی اللہ عنہ عباس رضی اللہ عنہ سے بہر صورت افضل تھے۔ مگر اس کے باوجود ان سے دعا نہیں کروائی، کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ رشتہ میں رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب تھے، اگرچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی آپ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی وراثت تقسیم ہوتی تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ سے مقدم ہوتے، کیونکہ آپ کا فرمان ہے:

(الْحَقُّوْا الْفَرَاِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا أَبْقَتِ الْفَرَاِضُ فَهُوَ لِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ) ❶

”وراثت سب سے پہلے ان لوگوں کو دو جن کے حصے مقرر ہیں۔ پھر جو بیچ جائے وہ قریب ترین مرد کو دے دو۔“

صحیحین میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

❶ صحیح البخاری، باب میراث الولد من أبیہ وأُمہ، ح: ۶۷۳۲، وصحیح مسلم، الفرائض، باب الحقوا الفرائض بأهلها..... ح: ۱۶۱۵.

((أَمَّا عَلِمْتَ أَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صُنُوْ أَبِيهِ))<sup>❶</sup>

”تمہیں معلوم نہیں کہ چچا باپ کے مرتبے میں ہوتا ہے۔“

تفسیر ابن کثیر میں سورہ شوریٰ کی آیات کی تفسیر میں مرقوم ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا

عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((وَاللّٰهُ لِإِسْلَامِكَ يَوْمَ أَسَلَمْتَ كَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ إِسْلَامِ

الْخَطَّابِ لَوْ أَسَلَمَ، لِأَنَّ إِسْلَامَكَ كَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ رَسُولِ

اللّٰهِ ﷺ مِنْ إِسْلَامِ الْخَطَّابِ))<sup>❷</sup>

”اللہ کی قسم! آپ کے اسلام لانے سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر میرے والد

خطاب مسلمان ہو جاتے تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے

نزدیک آپ کا اسلام لانا خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ عزیز تھا۔“

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ”اقتضاء الصراط المستقیم“ میں مذکور ہے:

((إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمَّا وَضَعَ دِيْوَانَ الْعَطَاءِ كَتَبَ

النَّاسَ عَلَى قَدْرِ أَنْسَابِهِمْ، فَبَدَأَ بِأَقْرَبِهِمْ نَسَبًا إِلَى رَسُولِ

اللّٰهِ ﷺ، فَلَمَّا انْقَضَتْ الْعَرَبُ ذَكَرَ الْعَجَمَ، هَكَذَا كَانَ

الدِّيْوَانُ عَلَى عَهْدِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ، وَسَائِرِ الْخُلَفَاءِ مِنْ بَنِي

أُمَيَّةَ وَوَلَدِ الْعَبَّاسِ إِلَى أَنْ تَغَيَّرَ الْأَمْرُ بَعْدَ ذَلِكَ))<sup>❸</sup>

”سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب وظائف کا رجسٹر تیار کیا تو لوگوں کے نام ان کے نسب

کے لحاظ سے لکھے۔ سب سے پہلے ان حضرات کے نام لکھے جو رسول اللہ ﷺ

سے قریبی رشتہ داری رکھتے تھے۔ جب عربوں کے نام لکھے جا چکے تو پھر عجمیوں

❶ صحیح مسلم، الزکاة، باب فی تقدیم الزکاة ومنعها، ح: ۹۸۳، ومسند أحمد: ۳۲۳/۲، واللفظ له.

❷ اقتضاء الصراط المستقیم مخالفة أصحاب الجحیم: ۴۴۶/۱.



کے نام لکھے۔ خلفائے راشدین حتیٰ کہ خلفائے بنی امیہ اور خلفائے بنی عباس کے دور میں بھی یہی ترتیب برقرار رہی حتیٰ کہ یہ نظام ہی تلپٹ ہو گیا۔“

نیز فرماتے ہیں:

((وَأَنْظُرْ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حِينَ وَضَعَ الدِّيَّوَانَ، وَقَالُوا لَهُ: يَبْدَأُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ بِنَفْسِهِ، فَقَالَ: لَا وَلَكِنْ ضَعُوا عُمَرَ حَيْثُ وَضَعَهُ اللَّهُ تَعَالَى، فَبَدَأَ بِأَهْلِ بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ مَنْ يَلِيهِمْ، حَتَّى جَاءَتْ نَوْبَتُهُ فِي بَنِي عَدِيٍّ، وَهُمْ مُتَأَخِّرُونَ عَنْ أَكْثَرِ بَطُونِ قُرَيْشٍ))<sup>①</sup>

”ذرا دیکھو کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے وظائف کا رجسٹریار کیا تو لوگوں نے گزارش کی کہ امیر المؤمنین! سب سے پہلے آپ اپنا نام لکھیں۔ فرمانے لگے ”نہیں، عمر کو وہیں رہنے دو جہاں اسے اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔ پھر سب سے پہلے جناب رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کے نام لکھے۔ پھر ان قبائل کے جو آپ ﷺ کے قبیلے سے قریب تھے۔ قریش کے اکثر قبائل لکھے جانے کے بعد آپ کے قبیلے بنو عدی کا نمبر آیا تو آپ نے اپنا نام ان میں لکھا۔“

فضائل اہل بیت میں یہ حدیث گزر چکی ہے:

((كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا سَبَبِي وَنَسَبِي))<sup>②</sup>

”قیامت کے دن ہر تعلق اور رشتہ ٹوٹ جائے گا، سوائے میرے رشتے اور تعلق کے۔“

اس حدیث ہی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مجبور کیا کہ وہ سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا سے

① اقتضاء الصراط المستقیم مخالفة أصحاب الحجیم : ۴۵۳/۱۔

② المعجم الكبير للطبراني، ح : ۲۶۳۳-۲۶۳۵، وسلسلة الأحاديث الصحيحة، ح : ۲۰۳۶۔

نکاح کا پیغام بھیجیں۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے تمام طرق ذکر کیے ہیں۔<sup>①</sup>

یہ بات کسے معلوم نہیں کہ چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سسرالی رشتے کا شرف حاصل تھا۔ سیدہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بیٹیوں سیدہ عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما کو آپ کی ازواج مطہرات میں سے ہونے کا شرف حاصل تھا، تو سیدنا عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کو آپ کے داماد ہونے کا شرف حاصل تھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ تو دہرے داماد تھے کہ پہلے ان کی شادی آپ کی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی اور ان کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی بہن حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کا شرف حاصل ہوا۔ اسی بنا پر ان کو ذوالنورین کا لقب حاصل ہوا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھی آپ کی چھوٹی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا شرف حاصل ہوا۔ حافظ ذہبی نے ”سیر اعلام النبلاء“ میں اور حافظ ابن حجر نے ”تہذیب التہذیب“ میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے حالات کے تحت لکھا ہے:

”اگر عباس رضی اللہ عنہ کبھی حضرت عمر یا عثمان رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرتے تو عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما اپنی سواری سے اتر پڑتے اور جب تک عباس رضی اللہ عنہ دور نہ چلے جاتے وہ اپنی سواری پر سوار نہیں ہوئے تھے۔ یہ کیفیت تھی رسول اللہ ﷺ کے چچا کے

احترام کی۔“<sup>②</sup>

عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ:

طبقات ابن سعد میں باسند ذکر ہے کہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے سیدہ فاطمہ بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہا سے کہا: ”جناب علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی! اللہ کی قسم! روئے زمین پر کوئی خاندان تم سے بڑھ کر مجھے پیارا نہیں۔ بلکہ تم مجھے میرے اپنے خاندان سے بھی بڑھ کر

① سلسلۃ الأحادیث الصحیحة، ح: ۲۰۳۶۔

② سیر اعلام النبلاء ۲/۹۳۔

محبوب ہو۔“<sup>①</sup>

ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ:

علامہ مزی کی ”تہذیب الکمال“ میں سیدنا علی بن حسین زین العابدین رحمہ اللہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ابوبکر بن ابی شیبہ نے فرمایا کہ ”دنیاۓ حدیث میں صحیح ترین سند زہری عن علی بن الحسین عن ابیہ عن علی رضی اللہ عنہ ہے۔“<sup>②</sup>

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ:

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ”عقیدہ واسطیہ“ میں فرماتے ہیں:

”اہل سنت والجماعت رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت سے حقیقی محبت اور عقیدت رکھتے ہیں اور ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی اس وصیت کی پابندی کرتے ہیں جو آپ نے ”غدر خم“ کے مقام پر فرمائی تھی: ”اے لوگو! میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔“

نیز جب سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے بعض قریشیوں کی بنو ہاشم کے ساتھ بدسلوکی اور بیزاری کی شکایت کی تو آپ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحِبُّوكُمْ لِلَّهِ وَلِقَرَابَتِي))

”قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے لوگ اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتے جب تک وہ اللہ تعالیٰ اور میری قرابت کا لحاظ رکھتے ہوئے تم سے سچی محبت نہ رکھیں۔“

((إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ اصْطَفَىٰ كِنَانَةً مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَاصْطَفَىٰ قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةٍ، وَاصْطَفَىٰ مِنْ

① طبقات ابن سعد: ۴۵، ۳۳۳، ۳۸۷، ۳۸۸۔

② تہذیب التہذیب: ۲۶۹/۷۔

قُرَيْشُ بَنِي هَاشِمٍ ، وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ))<sup>①</sup>  
 ”اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب فرمایا، کنانہ میں سے  
 قریش کو، قریش میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔“  
 اہل سنت والجماعت امہات المومنین سے بھی گہری محبت اور عقیدت رکھتے ہیں۔ ان کا  
 ایمان ہے کہ وہ آخرت میں بھی آپ کی بیویاں ہوں گی۔ خصوصاً سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جو کہ آپ کی  
 اکثر اولاد کی ماں سب سے پہلے آپ پر ایمان اور آپ کو بھرپور سہارا مہیا کیا۔ آپ کے نزدیک  
 ان کو بلند مقام حاصل تھا۔ اسی طرح سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی  
 ہیں۔ جن کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ))<sup>②</sup>  
 ”عائشہ کو دوسری عورتوں پر وہ فضیلت حاصل ہے جو ثرید کو دوسرے کھانوں پر  
 ہے۔“

اہل سنت والجماعت رافضیوں کے طریقوں سے براءت اور لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں، جو  
 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے ہیں، بلکہ ان کے بارے میں بدزبانی بھی کرتے ہیں۔ اسی طرح  
 اہل سنت ناصبیوں سے بھی بری ہیں جو اپنے قول و فعل سے اہل بیت کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔<sup>③</sup>  
 حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ”وصیہ کبریٰ“ میں فرماتے ہیں، جیسا کہ مجموع الفتاویٰ میں ہے:  
 ”اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کے ہم پر بہت سے حقوق ہیں، جن کی  
 ادائیگی بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خمس<sup>④</sup> اور فے<sup>⑤</sup> میں ان کا حق رکھا ہے اور رسول  
 اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ ان کے لیے خصوصی رحمت کی دعا کا حکم دیا ہے۔

① صحیح مسلم، الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ، ح: ۲۲۷۶، .....، ح: ۲۲۷۶

② صحیح البخاری، فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب فضل عائشہ رضی اللہ عنہا، ح: ۲۷۷۰

③ شرح العقيدة الواسطية: ۱۴۸ تا ۱۵۲.

④ جنگ سے حاصل ہونے والے مال کا غنیمت کا پانچواں حصہ

⑤ میدان جنگ میں بغیر لڑائی کے حاصل ہونے والا مال۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم یوں کہا کرو:

((اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ))<sup>①</sup>

”اے اللہ! محمد اور ان کی آل پر خصوصی رحمت فرما، جیسے تو نے ابراہیم کی آل پر رحمت نازل فرمائی۔ بلاشبہ تو تعریف اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! محمد اور ان کی آل پر خصوصی برکت نازل فرما، جیسے تو نے ابراہیم کی آل پر برکت نازل فرمائی۔ بلاشبہ تو تعریف اور بزرگی والا ہے۔“

آل محمد ﷺ سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ اور بہت سے دوسرے علماء نے یہی فرمایا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لآلِ مُحَمَّدٍ))<sup>②</sup>

”صدقہ آل محمد کے لیے حرام ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں فرمایا ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ (الاحزاب: ۳۳/۳۳)

”بلاشبہ اللہ چاہتا ہے کہ اہل بیت سے گندگی دور کر کے انہیں صاف ستھرا کر دے۔“ چونکہ صدقہ لوگوں کی میل کچیل ہے لہذا یہ ان پر حرام ہے۔<sup>③</sup>

ایک اور جگہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

① صحیح البخاری، الدعوات، باب الصلاة على النبي ﷺ، ...، ح: ۶۳۵۷

② مسند أحمد: ۲/۲۷۹.

③ مجموع الفتاوى لابن تيمية: ۴۰۸، ۴۰۷/۳.

”اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت سے محبت اور عقیدت واجب ہے اور

ان کے حق کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے۔“ ❶

امام ابن قیم رحمہ اللہ:

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے تاویل فاسد کو قبول کرنے کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ”تیسرا سبب یہ ہے کہ تاویل کرنے والا اپنی تاویل کی نسبت کسی عظیم الشان اور مشہور عقل مند کی طرف کرے یا نبی کریم ﷺ کے اہل بیت میں سے کسی عظیم شخصیت کی طرف منسوب کرے یا کسی ایسے امام کا حوالہ دے جسے امت مسلمہ میں اہم مرتبہ حاصل ہو۔ تاکہ اس طریقے سے وہ اپنی بات کو جہلاء کے ہاں قابل قبول بنا دے، کیونکہ لوگ عظیم الشان شخصیت کی بات کو بہت اہمیت دیتے ہیں حتیٰ کہ اس بات کو اللہ اور اس کی رسول کی بات پر بھی ترجیح دے دیتے ہیں اور یہ کہہ کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ یہ ائمہ اور اہل علم ہم سے زیادہ اللہ کو سمجھتے ہیں۔

اسی طریقے سے روافض، باطنیہ، اسماعیلی اور نصیری فرقوں نے اپنے باطل خیالات اور تاویلات کو رائج کرنے کے لیے ان کی نسبت اہل بیت ائمہ کی طرف کر کے اپنا مقصد حاصل کیا، کیونکہ وہ بخوبی جانتے تھے کہ تمام مسلمان اہل بیت کی محبت و تعظیم پر متفق ہیں۔

اس لیے ان گمراہ فرقوں نے اپنی نسبت ان کی طرف کردی اور ان کی جھوٹی محبت اور احترام کا مظاہرہ کر کے سامعین کو اس دھوکے میں مبتلا کر دیا کہ یہ لوگ اہل بیت سے بڑی محبت کرنے والے ہیں۔ اس حیلے سے انہوں نے اپنے باطل نظریات لوگوں میں جاری و ساری کر دیے۔

اللہ کی قسم! اس طریقے سے کتنی بے دینی، الحاد اور بدعتیں لوگوں میں رائج ہو گئیں، حالانکہ ان کا اہل بیت سے کوئی تعلق نہیں۔

اگر تم اس بات پر غور کرو گے تو حقیقت یہی معلوم ہوگی کہ اکثر مفکرین کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی دلیل نہیں ہوتی سوائے لوگوں کے ساتھ حسن ظن کے، انبیاء علیہم السلام کے مخالفین

کی بھی یہی حجت ہوتی تھی کہ یہ ہمارے آباء واجداد اور اسلاف کی مصدقہ باتیں ہیں۔ اسی طرح ہر مقلد، حق کی مخالفت میں یہی رویہ اختیار کرتا ہے۔ یہ کفار کی وراثت ہے جو قیامت تک حق کے مخالفین اختیار کرتے رہیں گے۔“<sup>①</sup>

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ:

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ سورہ شوریٰ کی آیت ﴿إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى﴾ کی صحیح تفسیر بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”قربا“ سے مراد قریش کے قبائل سے آپ کی رشتہ داری ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ اس کے بعد مزید وضاحت کرتے ہوئے اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”ہم انکار نہیں کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل بیت سے حسن سلوک کی وصیت فرمائی ہے اور ان کی عزت و احترام کا حکم دیا ہے کیونکہ وہ روئے زمین پر سب سے معظم خاندان کی پاک نسل ہیں۔ فخر اور حسب و نسب میں ان کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا، خصوصاً جبکہ وہ متبع سنت ہوں اور رسول اللہ ﷺ کی روشن اور واضح شریعت کے پیروکار ہوں، جیسا کہ ان سے سلف مثلاً حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیت اور ان کی نسل کے لوگ تھے، رضی اللہ عنہم۔“

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اہل بیت کے شان و مرتبہ اور تعظیم کے بارے میں حضرت ابو بکر کے دواثر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کا ایک اثر بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے:

”ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اس کا عقیدہ شیخین رضی اللہ عنہما جیسا ہو، یہی وجہ ہے کہ وہ انبیاء اور مرسلین کے بعد افضل ترین مومن تھے۔ اللہ ان سے اور سب صحابہ سے راضی ہو۔“<sup>②</sup>

① مختصر الصواعق المرسلۃ: ۹۰/۱۔

② تفسیر ابن کثیر ۴/۱۴۳، ۱۴۴، سورۃ الشوری، آیت: ۲۳۔

## حافظ ابن حجر رحمہ اللہ:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”فتح الباری“ میں ایک حدیث کے بارے میں فرمایا، جس کی سند

یوں ہے:

((عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي

طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ)) ❶

”باپ دادا سے روایت بیان کرنے والوں میں یہ سند صحیح ترین اور سب سے بلند

مرتبہ ہے۔“

## شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ:

شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کی اولاد چھ بیٹے اور ایک بیٹی تھی، جن کے نام یہ ہیں: عبد اللہ، علی حسن، حسین، ابراہیم، عبد العزیز اور فاطمہ۔ یہ سب نام، سوائے عبد العزیز کے اہل بیت کے نام ہیں۔ عبد اللہ اور ابراہیم نبی کریم ﷺ کے بیٹے تھے۔ باقی علی، فاطمہ، حسن اور حسین آپ کے داماد، بیٹی اور نواسوں کے نام ہیں..... رضی اللہ عنہم۔

شیخ محمد عبد الوہاب کا اپنے بچوں کے لیے ان ناموں کا انتخاب کرنا ان کی اہل بیت سے محبت اور عقیدت کا مظہر ہے۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ یہ نام ان کے پوتوں اور نواسوں میں بار بار آتے ہیں۔

اس فصل کے اختتام پر یہ بتا دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بحمد اللہ کئی بیٹے بیٹیاں عطا فرمائے ہیں میں نے ان کے نام علی، حسن حسین، فاطمہ اور سات امہات المؤمنین کے اسمائے گرامی پر رکھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے کہ اس نے میرے دل میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام اور اہل بیت کی محبت بھر دی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نعمت کو قائم و دائم رکھے اور میرے دل



اور زبان کو ان میں سے کسی کے بارے میں بھی کینہ اور بدزبانی سے محفوظ رکھے۔

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾

(الحشر: ۱۰/۹)

”اے ہمارے رب! ہمیں بھی معاف فرما اور ہمارے ان مومن بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں کسی مومن کے بارے میں بغض اور کینہ نہ رکھنا، اے ہمارے رب! تو بہت شفیق اور مہربان ہے۔“

\*.....\*

## چھٹی فصل:

# اہل بیت صحابہ کے بارے میں بعض اہل علم کی ثنا خوانی

نبی کریم ﷺ کے چچا سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں:

((كَانَ مِنْ أَطْوَلِ الرِّجَالِ، وَأَحْسَنِهِمْ صُورَةً، وَأَبْهَاهُمْ،

وَأَجْهَرِهِمْ صَوْتًا، مَعَ الْحِلْمِ الْوَافِرِ وَالسُّودَدِ))<sup>❶</sup>

”آپ بلند ترین قد کا ٹھ، انتہائی حسین شکل و صورت، پر رونق چہرہ اور انتہائی بلند آواز

والے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وافر عقل، تحمل و بردباری اور سیادت کا مرقع تھے۔“

زبیر بن بکر فرماتے ہیں: سیدنا عباس رضی اللہ عنہ: ”بنو ہاشم کے بے کسوں کے لیے لباس،

بھوکوں کے لیے بھرپور کھانا اور جاہلوں کے لیے علم و حکمت مہیا کرنے والے تھے۔ پڑوسی کی

حفاظت کرتے۔ دوسرے کے لیے بے دریغ مال خرچ کرتے تھے اور ناگہانی آفات سے بچاؤ

کے لیے ہر قسم کا تعاون فرماتے تھے۔“<sup>❷</sup>

نبی ﷺ کے ایک اور چچا سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ:

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

”سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے محترم چچا تھے۔

انہیں ”اللہ کا اور اس کے رسول کا شیر“ کہا جاتا تھا، ان کی کنیت ابوعمارہ اور ابو یعلیٰ

❶ سیر أعلام النبلاء: ۸۰، ۷۹/۲

❷ الاستيعاب حاشية الاصابة: ۲۷۱/۱

تھی۔“ ❶

اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

”سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے شیر، بہادر، اسد اللہ، ابوعمارہ، ابویعلیٰ، قریشی، ہاشمی، مکی، مدنی، بدری، شہید اسلام، رسول اللہ ﷺ کے چچا اور آپ کے رضاعی بھائی تھے۔“ ❷

امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں شرح بن ہانی سے باسند بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

((أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ ، فَقَالَتْ: عَلَيْكَ بِابْنِ أَبِي طَالِبٍ فَسَلْهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ: جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ ، وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ)) ❸

”میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں موزوں پر مسح کے بارے میں پوچھنے کے لیے حاضر ہوا تو وہ فرمانے لگیں: ”علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو، کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں ہوتے تھے۔“ ہم نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ”رسول اللہ ﷺ نے مسافر کو تین دن اور تین رات اور مقیم کو ایک دن اور ایک رات موزوں پر مسح کرنے کی اجازت دی ہے۔“

ایک دوسری روایت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ یوں ہیں:

❶ الاستيعاب حاشية الاصابة: ۲۷۱/۱.

❷ سير أعلام النبلاء: ۱۷۲/۱.

❸ صحيح مسلم، الطهارة، باب التوقيت في المسح على الخفين، ح: ۲۷۶.

((اَنْتَ عَلِيًّا فَاِنَّهُ اَعْلَمُ بِذَلِكَ مِنِّي، فَاتَيْتُ عَلِيًّا، فَذَكَرَ عَنِ

النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ))<sup>①</sup>

”علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ، وہ اس مسئلے کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ میں ان کی

خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے نبی ﷺ سے مذکورہ بالا روایت بیان کی۔“

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اور قاضی اسماعیل بن اسحاق رحمۃ

اللہ علیہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”کسی بھی صحابی کے فضائل میں اچھی سندوں والی اتنی روایات مروی نہیں جتنی علی

بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل میں مروی ہیں۔“

امام نسائی رحمہ اللہ سے بھی اسی قسم کے الفاظ منقول ہیں۔<sup>②</sup>

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

”حسن بصری رحمہ اللہ سے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو

فرمانے لگے: ”اللہ کی قسم! حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے خلاف مہلک

تیر تھے، اس امت کے ربانی عالم تھے، صاحب فضیلت اور سابقین اولین میں

شامل تھے، رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ دار تھے، اللہ تعالیٰ کے معاملے میں

سستی کے قائل نہ تھے اور نہ اللہ کے دین میں کسی ملامت کی پروا کرنے والے

تھے، اللہ کے مال میں خیانت کا تصور تک کرنے والے تھے، آپ نے اپنی تمام

صلاحیتیں قرآن مجید کے لیے وقف کر رکھی تھیں اس لیے قرآن سے جی بھر کر فیض

یاب تھے۔ اونا دان! یہ شان ہے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی۔“<sup>③</sup>

① صحیح مسلم، الطہارۃ، باب التوقیت فی المسح علی الخفین، ح: ۲۷۶.

② الاستیعاب حاشیۃ الاصابۃ ۵۱/۳.

③ الاستیعاب حاشیۃ الاصابۃ: ۴۷/۳.

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں، اصم نے عباس دوری سے بیان کیا ہے کہ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا:

”نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت کے افضل ترین افراد بالترتیب یہ ہیں:

ابوبکر، عمر، عثمان اور پھر علی رضی اللہ عنہم۔ یہ ہمارا اور ہمارے ائمہ کا مذہب ہے۔“<sup>①</sup>

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں، ابواحمد زبیری وغیرہ نے مالک بن مغول سے اور انہوں نے عقیل سے روایت کی ہے کہ شععی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”مجھے علقمہ کہنے لگے کہ جانتے ہو اس امت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کیا مثال ہے؟

میں نے کہا: ”آپ ہی فرمائیے۔“ فرمانے لگے: ”ان کی مثال عیسیٰ ابن

مریم علیہ السلام کی طرح ہے۔ کچھ لوگوں نے ان سے بے تکی محبت کی جس کی بنا پر وہ

گمراہ ہو گئے اور کچھ لوگوں نے ان سے بلاوجہ بغض رکھا اور وہ بھی گمراہ

ہو گئے۔“<sup>②</sup>

علقمہ رحمہ اللہ کا اشارہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں اور یہودیوں کی طرف ہے اور علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روافض اور خوارج کی طرف ہے۔ علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے مزید فرمایا:

”اس بات پر اہل اسلام کا اجماع ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے دونوں قبلوں کی طرف نماز

پڑھی ہے، ہجرت کی، جنگ بدر اور صلح حدیبیہ میں حاضر تھے، بلکہ تمام معروف

جنگوں میں شریک ہوئے اور بدر، احد، خندق اور خیبر میں عظیم کارنامے سرانجام

دیئے اور اہل اسلام کو بہت فائدہ پہنچایا۔ نتیجتاً بہت بلند مقام حاصل کیا۔ بہت سی

جنگوں میں جناب رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں رہا۔ جنگ

① الاستیعاب حاشیة الاصابة: ۵۲/۳.

② الاستیعاب حاشیة الاصابة: ۶۵/۳.

بدر میں بھی صحیح رائے کے مطابق جھنڈا انہی کے ہاتھ میں تھا۔ غزوہ احد میں جب مسلمانوں کے علم بردار سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے جھنڈا علی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرما دیا۔<sup>①</sup>

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما علی رضی اللہ عنہ کا حد درجہ احترام کرتے تھے۔ ان کو بلکہ تمام بنو ہاشم کو وظائف وغیرہ میں دوسرے صحابہ سے بہت مقدم رکھتے تھے۔ رتبہ و احترام، محبت و عقیدت اور توصیف و تعظیم میں ان کو بلند مرتبہ جانتے تھے اور دوسرے صحابہ سے انہیں افضل سمجھتے تھے، کیونکہ ان کو فضیلت اللہ تعالیٰ نے عطا کی تھی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی زبان سے کبھی کوئی بری بات نہیں سنی گئی، بلکہ بنو ہاشم میں سے کسی کے بارے میں بھی کوئی برا کلمہ کبھی ان کی زبان پر نہیں آیا تھا۔ اسی طرح یہ بات بھی قطعاً ثابت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی شیخین سے محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ ان کی تعظیم کرتے تھے اور انہیں پوری امت میں سے افضل خیال کرتے تھے اور ان کے بارے میں کبھی کوئی برا کلمہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زبان پر نہیں آیا۔ نہ کبھی انہوں نے یہ کہا کہ میں شیخین سے بڑھ کر خلافت کا مستحق ہوں۔ جو شخص بھی تاریخی حقائق اور معتبر روایات سے واقفیت رکھتا ہے وہ اس بات سے بخوبی واقف ہے۔“<sup>②</sup>

انہوں نے مزید فرمایا:

”رہے علی رضی اللہ عنہ تو تمام اہل سنت ان سے محبت و عقیدت رکھتے ہیں اور علانیہ طور پر انہیں خلفائے راشدین اور ہدایت یافتہ ائمہ میں سے شمار کرتے ہیں۔“<sup>③</sup>

① الاستیعاب حاشیة الاصابة : ۳۳/۳.

② منهاج السنة النبویة : ۱۷۸/۶.

③ منهاج السنة النبویة : ۱۸/۶.

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں:

”سیدنا علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ نسباً ہاشمی، لقب حیدر، کنیت ابوتراب اور ابوالحسنین، رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی، داماد اور سابقین اولین میں شامل تھے۔ محققین کی ایک جماعت نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے، عرب کے شاہ سوار اور عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ میں فوت ہوئے تو اس وقت روئے زمین کے تمام انسانوں سے افضل تھے۔ اس پر اہل سنت کا اجماع ہے۔ راجح قول کے مطابق ان کی عمر تریسٹھ سال تھی۔“<sup>①</sup>

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد پندرہ بیٹے اور اٹھارہ بیٹیاں تھیں۔ علامہ عامری نے یہ بات اپنی کتاب ”الرِّیَاضُ الْمُسْتَطَابَةُ فِي جُمْلَةِ مَنْ رَوَى فِي الصَّحِيحَيْنِ مِنَ الصَّحَابَةِ“ میں ذکر کی ہے اور اس میں انہوں نے سب کے نام ان کی ماؤں سمیت ذکر کئے ہیں۔ نیز لکھا ہے: ”علی رضی اللہ عنہ کی نسل سیدنا حسن، حسین، محمد، عمر اور عباس ہی سے پھیلی ہے۔“<sup>②</sup>

نواسہ رسول سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما:

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”نبی کریم ﷺ سے متواتر روایات ثابت ہیں کہ آپ نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا:

((إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، وَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَبْقِيَهُ حَتَّى يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ))

”میرا یہ بیٹا سردار ہے، مجھے قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے توفیق عطا فرمائے

① تقریب التهذيب، ص: ۶۹۸.

② الریاض المستطابة: ص: ۱۸۰.

گا کہ یہ امت مسلمہ کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کروائے گا۔“

اس روایت کو صحابہ کرام کی کثیر جماعت نے بیان کیا ہے۔ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت

میں یہ الفاظ بھی ہیں:

((وَإِنَّهُ رَيَّحَانَتِي مِنَ الدُّنْيَا))

”یہ تو دنیا میں میرا خوشبودار پھول ہے۔“

جسے رسول اللہ ﷺ سردار کہیں اس سے بڑا سردار کون ہو سکتا ہے؟ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بڑے بردبار، پرہیزگار اور صاحب علم و فضل تھے۔ ان کے تقویٰ و علم نے انہیں مجبور کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہوتے ہوئے دنیا اور حکومت سے دست کش ہو جائیں۔ انہوں نے اس موقع پر فرمایا:

”اللہ کی قسم! جب سے مجھے اپنے نفع و نقصان کی چیزوں کا شعور ہوا ہے میں ہرگز یہ پسند نہیں کرتا کہ میں اپنے نانا ﷺ کی امت پر حکومت کروں اور اس کے لیے ایک چلو بھی خون بہایا جائے۔“

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی جان بچانے کے لیے بھرپور سرگرمی دکھائی تھی۔<sup>①</sup>

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی یوں مدح سرائی کی ہے:

آپ ”امام، سردار، رسول اللہ ﷺ کے مہکتے پھول، آپ کے نواسے، جوان جنتیوں کے سردار، ابو محمد، قرشی، ہاشمی، مدنی اور شہید فی سبیل اللہ ہیں۔“<sup>②</sup>

ایک اور مقام پر یوں رقم طراز ہیں:

”سیدنا حسن رضی اللہ عنہ امت مسلمہ کے امام، سردار، حسین و جمیل، عظیم، سمجھدار، سخی،

① الاستیعاب حاشیة الاصابة: ۳۶۹/۱.

② سیر اعلام النبلاء: ۳/۳۴۵، ۳۴۶.



تعریف سے بھرپور، نیک سیرت، دیندار، پرہیزگار، صاحب وجاہت اور بڑی شان والے تھے۔<sup>①</sup>

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان کے متعلق یوں تبصرہ فرمایا ہے:

”حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی بہت تکریم و تعظیم کیا کرتے تھے، حد درجہ احترام فرماتے تھے، بلکہ ان پر فدا و قربان ہوتے تھے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بھی یہی حال تھا۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے اور ان سے حد درجہ محبت فرماتے تھے۔ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں محصور تھے اس وقت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ تلوار لٹکائے ان کے پاس موجود تھے، وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دفاع کے سلسلے میں لڑنا چاہتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خدشہ ہوا کہ کہیں ان کو کوئی گزند نہ پہنچ جائے، اس لیے انہیں اللہ کا واسطہ دے کر گھر بھیج دیا تا کہ وہ محفوظ رہیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو کوئی پریشانی نہ ہو۔“<sup>②</sup>

نواسہ رسول سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما:

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے آپ کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

”حسین رضی اللہ عنہ صاحب علم و فضل، دین دار، بکثرت روزے رکھنے والے، نوافل کے شائق اور حج کے دلدادہ تھے۔“<sup>③</sup>

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ یوں رقمطراز ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے اس دن (یوم عاشوراء) سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہادت سے سرفراز فرمایا اور ان کے قاتلین کو یا قتل پر مدد کرنے والے اور قتل سے خوش ہونے والے لوگوں کو رسوا فرمایا۔

یہ شہادت ان کے خاندان میں کوئی نئی بات نہ تھی، پہلے شہداء ان کے لیے بہترین

② البدایة والنهاية : ۱۱/۱۹۲، ۱۹۳.

① سیر اعلام النبلاء: ۲۵۳/۳.

③ الاستيعاب حاشية الاصابة: ۱/۳۷۷.

نمونہ تھے۔ پھر وہ خود اور ان کے بڑے بھائی نوجوان جنتیوں کے سردار ہیں۔ انہیں اسلام کے عز و شرف میں تربیت کا اعزاز حاصل تھا۔ انہیں ہجرت اور جہاد کا اور اللہ کی راہ میں صبر کا وہ موقع نہ مل سکا تھا جو دیگر اہل بیت کو ملا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رفع درجات اور عزت و شرف کی تکمیل کے لیے انہیں شہادت کا اعزاز نصیب فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی شہادت امت کے لیے ایک عظیم صدمہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مصیبت کے وقت مندرجہ ذیل ارشاد کے ذریعہ اللہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے:

﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۝﴾ (البقرہ: ۱۵۵/۲ تا ۱۵۷)

” (نبی کریم)! صبر کرنے والوں کو خوش خبری دیجیے کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں ”ہم سب اللہ ہی کی ملکیت ہیں اور اللہ ہی کی طرف جانے والے ہیں۔ انہی خوش نصیب لوگوں پر اللہ کی خصوصی رحمتیں اور مہربانیاں نازل ہوتی ہیں، دراصل یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔“ ❶

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

”سیدنا حسین رضی اللہ عنہ صاحب عزت شرف و کمال امام، رسول اللہ ﷺ کے نواسے، دنیا میں آپ کے مہکتے پھول اور عزیز از جان محبوب، ابو عبد اللہ حسین بن امیر المومنین ابی الحسن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی، قریشی اور ہاشمی رضی اللہ عنہ تھے۔“ ❷

❶ مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ: ۵۱۱/۴.

❷ سیر اعلام النبلاء: ۲۸۰/۳.

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ان کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

”خلاصہ کلام یہ ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس میں زندگی گزارنے کا شرف حاصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات تک وہ ہر دم آپ کے ساتھ رہے۔ آپ آخر دم تک ان سے راضی رہے، البتہ وہ چھوٹے تھے۔ پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی بہت تعظیم و تکریم فرماتے تھے۔ سیدنا عمرو عثمان رضی اللہ عنہما کا بھی یہی حال تھا۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم کے ساتھ رہے اور ان سے روایات بیان کیں۔ سب جنگوں میں ان کے ساتھ رہے، جنگ جمل اور صفین کی لڑائیوں میں شریک تھے۔ وہ بڑی عظمت اور حیثیت کے مالک تھے۔“<sup>①</sup>

رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں انہی سے نقل فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں:

((كَانَ عُمَرُ يُدْخِلُنِي مَعَ أَشْيَاخِ بَدْرٍ، فَكَانَ بَعْضُهُمْ وَجَدَ فِي نَفْسِهِ، فَقَالَ: لِمَ تُدْخِلُ هَذَا مَعَنَا وَلَنَا أَبْنَاءُ مِثْلِهِ؟ فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّهُ مِنْ حَيْثُ قَدْ عَلِمْتُمْ، فَدَعَاهُ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَدْخَلَهُ مَعَهُمْ، فَمَا رَأَيْتُ أَنَّهُ دَعَانِي يَوْمَئِذٍ إِلَّا لِيُرِيَهُمْ، قَالَ: مَا تَقُولُونَ فِي قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: أُمِرْنَا أَنْ نَحْمَدَ اللَّهَ وَنَسْتَغْفِرَهُ إِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا، وَسَكَتَ بَعْضُهُمْ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا، فَقَالَ لِي: أَكْذَاكَ تَقُولُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ؟ فَقُلْتُ: لَا، قَالَ فَمَا تَقُولُ؟ قُلْتُ: هُوَ أَجَلُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَعْلَمَهُ لَهُ، قَالَ: ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾ وَذَلِكَ عَلَامَةٌ أَجْلِكَ، ﴿فَسَبِّحْ

بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرُكَ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ﴿۱﴾ فَقَالَ عُمَرُ: مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَقُولُ ﴿۱﴾

”سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مجھے بدر میں شریک ہونے والے بزرگوں کے برابر بٹھایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی بزرگ کو محسوس ہوا وہ کہنے لگے: ”حضرت! آپ اس نوجوان کو ہمارے ساتھ کیوں بٹھاتے ہیں جبکہ اس جیسے تو ہمارے بیٹے بھی ہیں؟“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تمہیں اس کا شرف بخوبی معلوم ہے۔“ ایک دن آپ نے پھر مجھے ان کی مجلس میں بلایا، میرا اندازہ ہے کہ اس دن آپ نے میری فضیلت دکھانے کے لیے ہی بلایا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ”بتائیے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾ کا مقصد کیا تھا؟“ کسی نے کہا: ”ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جب ہمیں فتح و مدد حاصل ہو تو ہم حمد و استغفار کریں۔“ کئی چپ رہے اور کچھ بھی نہ کہا۔ آپ مجھے فرمانے لگے: ”ابن عباس! تم بھی یہی کچھ کہتے ہو؟“ میں نے گزارش کی ”نہیں“ فرمایا: ”تم کیا کہتے ہو؟“ میں نے کہا: ”اس میں جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات کی طرف اشارہ ہے کہ اب عمومی فتح حاصل ہو چکی ہے، لوگ بن بلائے اسلام قبول کر رہے ہیں، گویا آپ کی تشریف آوری کا مقصد پورا ہو چکا ہے۔ اب تیاری فرمائیے اور اللہ کو یاد کیجیے۔“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ”میں بھی اس کا یہی مطلب سمجھتا ہوں۔“

طبقات ابن سعد میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

”میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر کوئی حاضر دماغ، عقل مند، صاحب علم و فہم اور متحمل مزاج نہیں دیکھا۔ واللہ! میں نے بارہا دیکھا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے

مشکل معاملات میں انہی کو بلایا کرتے تھے۔“<sup>①</sup>

سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی علم و فہم اور ذہانت عطا کیے گئے

تھے۔ میں نے نہیں دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کسی کو ابن عباس رضی اللہ عنہما پر ترجیح دی ہو۔“

نیز اسی مقام پر سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں لکھا ہے:

”جب انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وفات کی اطلاع دی گئی تو افسوس سے اپنا ایک

ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مار کر فرمانے لگے: ”اوہو! سب لوگوں سے بڑا عالم اور

سب لوگوں سے بڑا عقل مند فوت ہو گیا۔ اللہ کی قسم! ان کی وفات سے امت

مسلمہ کو عظیم نقصان پہنچا ہے جو پورا نہ ہو سکے گا۔“<sup>②</sup>

ابو بکر بن حزم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فوت ہوئے تو

سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

”آج وہ شخصیت اس جہان سے رخصت ہو گئی کہ مشرق و مغرب کے سب لوگ

علم میں ان کے محتاج تھے۔“<sup>③</sup>

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ کی کتاب ”الاستیعاب“ میں مجاہد سے رحمہ اللہ منقول ہے:

”میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتوے سے بہتر کوئی فتویٰ نہیں سنا، الا یہ کہ رسول

اللہ ﷺ کا فرمان ہو۔“ اسی قسم کے الفاظ قاسم بن محمد سے بھی مروی ہیں۔<sup>④</sup>

① الطبقات لابن سعد: ۳۶۹/۲.

② الطبقات لابن سعد: ۳۷۰/۲.

③ الطبقات لابن سعد: ۳۷۲/۲.

④ الاستیعاب لابن عبد البر: ۳۵۳/۲.

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں صحیح سند سے منقول ہے کہ آپ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بزرگ صحابہ کے برابر بٹھایا کرتے تھے اور فرماتے ”عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قرآن مجید کے بہترین مفسر ہیں۔“ اور جب آپ ابن عباس کو آتادیکھتے تو فرماتے:

”بزرگوں جیسا نو جوان آگیا جسے اللہ تعالیٰ نے تحقیق کرنے والی زبان اور فہم و

فراست والادل عطا فرمایا ہے۔“<sup>①</sup>

رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

صحیح بخاری میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کا ذکر یوں ہے:

((وَكَانَ أَحْيَرَ النَّاسِ لِلْمُسْكِينِ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، كَانَ يَنْقَلِبُ بِنَا فَيُطْعِمُنَا مَا كَانَ فِي بَيْتِهِ، حَتَّىٰ إِنْ كَانَ لَيُخْرِجُ إِلَيْنَا الْعُكَّةَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ فَتَشْقُهَا، فَتَلْعَقُ مَا فِيهَا))<sup>②</sup>

”مساکین کے لیے سب سے بہتر شخص جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ ہمیں گھر لے جاتے اور جو کچھ میسر ہوتا ہمیں کھلاتے حتیٰ کہ کبھی گھی کی تھیلی اٹھلاتے، اگر اس میں زیادہ گھی نہ ہوتا تو تھیلی پھاڑ دیتے اور ہم تھیلی سے گھی چاٹ لیتے۔“

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

”عکرمہ کے واسطے سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ایک روایت، جسے امام ترمذی اور امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے، کے مطلق الفاظ بھی مندرجہ بالا روایات پر محمول ہوں گے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((مَا احْتَذَى النَّعَالَ، وَلَا اَنْتَعَلَ، وَلَا رَكِبَ الْمَطَايَا وَلَا رَكِبَ

① البداية والنهاية : ۸۸/۱۲.

② صحيح البخاري، فضائل اصحاب النبي ﷺ، باب مناقب جعفر بن أبي طالب الهاشمي رضي الله عنه، ح:

الْكُورَ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَفْضَلُ مِنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ))<sup>①</sup>  
 ”رسول اللہ کے بعد جعفر رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی شخص جوتی پہن کر چلا، نہ سواری پر  
 سوار ہوا اور نہ اونٹ کی کاٹھی پر چڑھا۔“ (یعنی سخاوت اور مسکین سے محبت میں کوئی  
 شخص ان سے افضل نہ تھا، یہ نہیں کہ سیدنا جعفر مطلقاً سب صحابہ سے افضل تھے)“  
 علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

”مسلمانوں کے سردار، شہید اسلام، مجاہدین کے سالار، ابو عبد اللہ، رسول  
 اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی، ابن عبد مناف بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد  
 مناف بن قصی، ہاشمی، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی، جو ان سے دس  
 سال بڑے تھے، انہوں نے دو ہجرتیں فرمائیں۔ حبشہ سے مدینہ منورہ کی طرف  
 ہجرت فرمائی تو مسلمانوں کو خیبر کے مقام پر ملے جبکہ خیبر فتح ہو چکا تھا۔ آپ  
 مدینہ منورہ میں چند ماہ ٹھہرے پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں غزوہ موتہ میں امیر  
 لشکر مقرر فرمادیا۔ پس یہ اسی غزوہ ہی میں شہید ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ ان  
 کے مدینہ منورہ آنے سے بہت خوش ہوئے تھے۔ ان کی وفات سے آپ غمگین  
 بھی بہت ہوئے۔“<sup>②</sup>

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب ”تقریب التہذیب“ میں ان کا تذکرہ یوں مرقوم ہے:  
 ”جعفر بن ابی طالب ہاشمی، ابوالمساکین، ذوالجناحین، عظیم الشان صحابی، رسول  
 اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی، ۸ ہجری میں غزوہ موتہ میں شہید ہوئے، ان کا ذکر صحیح  
 بخاری و مسلم میں موجود ہے، اگرچہ ان سے کوئی روایت مروی نہیں ہے۔“<sup>③</sup>

① جامع الترمذی، المناقب، باب قول أبي هريرة ما احتذى النعال.....: ح، ۳۷۶.

② سير اعلام النبلاء: ۲۰۶/۱.

③ تقریب التہذیب، ص: ۱۹۹۔

آپ کو ”ذوالجناحین“ کہا جاتا ہے کیونکہ جب غزوہ موتہ میں ان کے دونوں ہاتھ کاٹ دیے گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کے بدلے میں دو پر عطا فرمائے، جن کے ذریعے وہ فرشتوں کے ساتھ اڑتے پھرتے ہیں۔ صحیح بخاری میں شععی رحمہ اللہ سے باسند منقول ہے:

((أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ إِذَا سَلَّمَ عَلَى ابْنِ جَعْفَرٍ قَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ))<sup>①</sup>

”سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو سلام کہتے تو فرماتے:

”ذوالجناحین (دوپروں والے) کے بیٹے! تجھ پر سلام۔“

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:

”سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس طرزِ خطاب میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا:

((هَنِيئًا لَكَ، أَبُوكَ يَطِيرُ مَعَ الْمَلَائِكَةِ فِي السَّمَاءِ))<sup>②</sup>

”تجھے مبارک ہو! تیرا باپ آسمانوں میں فرشتوں کے ساتھ اڑتا پھرتا ہے۔“

یہ حدیث طبرانی میں حسن سند کے ساتھ مذکور ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس مفہوم میں حضرت ابو ہریرہ، سیدنا علی اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات ذکر کی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((إِنَّ جَعْفَرَ يَطِيرُ مَعَ جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ، لَهُ جَنَاحَانِ عَوَّضُهُ اللَّهُ مِنْ يَدَيْهِ))<sup>③</sup>

”سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ جبریل اور میکائیل علیہما السلام کے ساتھ اڑتے پھرتے ہیں۔ اللہ

① صحیح البخاری، فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب جعفر بن أبي طالب الهاشمي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،

ح: ۳۷۰۹.

② فتح الباري ۹۸/۷.

③ فتح الباري ۹۸/۷.



تعالیٰ نے انہیں ان کے ہاتھوں کے عوض دو پر عطا کیے ہیں۔“  
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اس حدیث کی سند اچھی ہے۔“  
رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد کے بیٹے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما:  
صحیح مسلم میں عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ تُلِّقَى بِصِبْيَانِ أَهْلِ بَيْتِهِ، قَالَ: وَإِنَّهُ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَسُبِقَ بِي إِلَيْهِ، فَحَمَلَنِي بَيْنَ يَدَيْهِ، ثُمَّ جِئَءَ بِأَحَدِ ابْنَيْ فَاطِمَةَ، فَأَرَدَفَهُ خَلْفَهُ، قَالَ: فَأَدْخَلْنَا الْمَدِينَةَ ثَلَاثَةَ عَلَيَّ دَابَّةً)) ❶

”رسول اللہ ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو آپ کے استقبال کے لیے آپ کے اہل بیت کے بچوں کو لے جایا جاتا۔ ایک دفعہ آپ سفر سے واپس تشریف لائے تو مجھے آپ کے پاس پہلے لے جایا گیا، آپ نے مجھے سواری پر اپنے آگے بٹھالیا، پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹوں (حسنین) میں سے کسی ایک کو لایا گیا، تو آپ نے اسے پیچھے بٹھالیا۔ ہم تینوں اسی طرح ایک ہی سواری پر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔“

علامہ ذہبی رحمہ اللہ ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:  
”سردار، عالم، ابو جعفر، قریشی، ہاشمی، پیدائش حبشہ میں ہوئی، پھر مدینہ منورہ میں رہنے لگے، دو پروں والے سخی باپ کے سخی بیٹے، صحابی بھی تھے اور آپ نے چند روایات بھی بیان کی ہیں۔ ان کا شمار صغار صحابہ میں ہوتا ہے، ان کے والد غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے تو نبی کریم ﷺ نے ان کی کفالت فرمائی اور وہ رسول اللہ ﷺ کی پرورش میں پلے بڑھے۔“

❶ صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل عبد الله بن جعفر رضي الله عنهما، ح: ۲۴۲۸.

مزید فرماتے ہیں:

”وہ بڑے عظیم الشان، شریف النفس سخی اور امانت کے قابل تھے۔“<sup>①</sup>

علامہ عامری ”الریاض المستطابہ“ میں ان کی کے متعلق فرماتے ہیں:

”ابان بن عثمان رحمہ اللہ نے ان کا جنازہ پڑھایا، کیونکہ وہ ان دنوں مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔ ابان نے ان کے جنازے کو کندھا دے رکھا تھا، جبکہ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی تھی۔ ساتھ ساتھ فرما رہے تھے: ”اللہ کی قسم! آپ سراپا خیر تھے، آپ میں کوئی خرابی نہیں تھی۔ اللہ کی قسم! آپ شریف النفس، صاحب علم و فضل اور حسن سلوک کرنے والے تھے۔“<sup>②</sup>

دیگر اہل بیت صحابہ:

جناب حارث بن عبدالمطلب کے چار بیٹے ابوسفیان، نوفل، ربیعہ اور عبیدہ۔

ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کے بیٹے عبدالمطلب۔

نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کے دو بیٹے حارث اور مغیرہ۔

ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کے دو بیٹے جعفر اور عبد اللہ۔

ابولہب عبد العزی بن عبدالمطلب کے دو بیٹے معتب اور عتبہ۔

سیدنا عباس بن عبدالمطلب کے دو بیٹے فضل اور عبید اللہ..... رضی اللہ عنہم.....

\*.....\*

① سیر اعلام النبلاء: ۴۵۶/۳۔

② الریاض المستطابہ، ص: ۲۰۵۔

## ساتویں فصل:

# اہل بیت صحابیات کے بارے میں اہل علم کی مدح سرائی

رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

(( مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشْبَهَ سَمْتًا وَدَلًّا وَهَدِيًّا بِرَسُولِ اللَّهِ فِي قِيَامِهَا  
وَقُعُودِهَا مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ )) ❶

”میں نے اٹھنے بیٹھنے کے انداز اور طریقوں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ  
مشابہت رکھنے والا سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔“

ابونعیم رحمہ اللہ نے ان کی یوں مدح فرمائی ہے:

”انتہائی عابدہ و زاہدہ، صاف دل خاتون، فاطمہ رضی اللہ عنہا پاکباز، سیدہ، رسول  
اللہ ﷺ کی لخت جگر جو آپ سے بہت مشابہت رکھتی تھیں، اولاد میں سب  
سے زیادہ آپ کے دل کے قریب اور آپ کی وفات کے بعد سب سے پہلے  
آپ کو جاننے والی، دنیا اور اس کی زینت سے دور اور دنیا کی پیچیدہ آفات اور  
خرابیوں سے بخوبی مطلع۔“ ❷

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے یوں مدح سرائی کی ہے:

❶ سنن أبي داود، الأدب، باب في القيام، ح: ٥٢١٧، وجامع الترمذي، المناقب، باب ما جاء في

فضل فاطمة ابنت محمد ﷺ، ح: ٣٨٧٢ واللفظ له.

❷ حلية الاولياء ٢/٣٩.

”اپنے زمانے میں تمام عورتوں کی سردار، نبی کریم ﷺ کی لخت جگر اور ذریعہ نسل، اپنے عظیم باپ کے مشابہ، سردار خلاق رسول اللہ ﷺ ابوالقاسم محمد بن عبد اللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف کی صاحبزادی، قریشیہ، ہاشمیہ، حسن و حسین کی والدہ۔ نبی کریم ﷺ ان سے شدید محبت رکھتے۔ ان کی خصوصی تکریم و تعظیم فرماتے اور ان کے ساتھ راز کی باتیں فرمایا کرتے تھے۔ ان کے فضائل بے شمار ہیں۔ وہ انتہائی صابرہ، دین دار، نیک نفس، صاحب عزت، عصمت مآب، قناعت پسند اور شکرگزار خاتون تھیں۔“<sup>①</sup>

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ”البدایۃ والنہایۃ“ میں یوں تذکرہ فرمایا ہے:

”ان کی کنیت ”ام ایہا“ تھی۔ مشہور قول کے مطابق وہ نبی کریم ﷺ کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں۔ آپ کی وفات کے وقت اولاد میں سے صرف وہی حیات تھیں اور انہیں اکیلے آپ ﷺ کی وفات کا صدمہ برداشت کرنا پڑا، تبھی انہیں عظیم اجر حاصل ہوا۔“<sup>②</sup>

ام المومنین سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

”مومنوں کی پہلی اور بڑی ماں، اپنے دور کی تمام عورتوں کی سردار، رسول اللہ ﷺ کی تمام اولاد (سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ) کی والدہ، جو سب سے پہلے آپ پر ایمان لائیں اور سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی اور آپ کا حوصلہ مضبوط کیا۔ ان کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ ان کا شمار کامل عورتوں میں کیا گیا۔ انتہائی سمجھ دار، صاحب وجاہت، دیندار، عفت مآب، صاحب عزت و شرف اور جنتی خاتون۔ نبی اکرم ﷺ ان کی بہت تعریف فرماتے، تمام

امہات المومنین پر ان کو فضیلت دینے اور ان کی تکریم فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے سب سے پہلے انہی سے شادی کی، اور ان کی زندگی میں کسی دوسری عورت سے شادی کی، نہ کوئی باندی رکھی۔ پھر ان سے آپ کے کئی بچے بھی پیدا ہوئے۔ ان کی وفات سے آپ کو بہت صدمہ ہوا کیونکہ وہ آپ کے لیے بہترین ساتھی ثابت ہوئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا کہ انہیں جنت میں ایسے گھر کی خوشخبری دیں جو ایک موتی سے بنا ہوا ہوگا، اس میں شور سنائی دے گا نہ کوئی تکلیف اور بیماری رسائی پائے گی۔“<sup>①</sup>

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں:

”سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ایک خصوصی امتیاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کی زبانی انہیں سلام بھیجا تھا۔ اللہ گواہ ہے کہ یہ فضیلت ان کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔“

اس سے پہلے حافظ ابن قیم رحمہ اللہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

”اور ان کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ وہ امت مسلمہ میں افضل ترین خاتون ہیں۔ البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی افضل ہیں؟“

علماء کے اس کی کے متعلق تین اقوال ہیں: تیسرا قول یہ ہے کہ اس میں توقف کیا جائے۔

میں نے اپنے استاذ گرامی علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

”دونوں میں سے ہر ایک اپنی اپنی خصوصیت رکھتی ہیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمات اسلام کے ابتدائی دور سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کو تسلی دیا کرتی تھیں، آپ کا حوصلہ بڑھاتی تھیں۔ آپ کو سکون بخشی تھیں۔ آپ کی خاطر مال خرچ کرتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اسلام کا ابتدائی دور پایا۔ اللہ تعالیٰ

اور جناب رسول اللہ ﷺ کی خاطر بہت تکلیفیں اٹھائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ کو مدد و نصرت کی بہت ضرورت تھی۔ اس خدمت کو انہوں نے جس خوبی سے سرانجام دیا وہ کسی اور بیوی کو نصیب نہ ہو سکی۔ جبکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمات کا تعلق اسلام کے آخری دور سے ہے۔ دین کی سمجھ اور امت تک اس کی تبلیغ کے سلسلے میں جو خدمات انہوں نے سرانجام دیں وہ کسی اور کو نصیب نہ ہوئیں۔ امت کو ان کے علم نے جو فائدہ پہنچایا اس کی نظیر ملنا ناممکن ہے۔“<sup>①</sup>

### ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

حافظ ذہبی رحمہ اللہ ”سیر اعلام النبلاء“ میں ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

”نبی کریم ﷺ نے ان کے سوا کسی کنواری عورت سے شادی کی اور نہ کسی دوسری بیوی سے ان جیسی محبت کی۔ امت محمدیہ بلکہ سب عورتوں میں ان سے بڑھ کر کوئی عالم عورت پیدا نہیں ہوئی۔“<sup>②</sup>

اسی کتاب میں حضرت علی بن اقر سے منقول ہے:

”مسروق رحمہ اللہ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کوئی حدیث بیان کرتے تو یوں فرماتے: ”مجھے صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے محبوب کی سب سے محبوب بیوی تھیں، جن کی براءت سات آسمانوں کے اوپر سے نازل ہوئی۔ لہذا مجھے ان کی بات میں ذرہ بھر بھی شک نہیں۔“<sup>③</sup>

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ان کی کچھ خصوصیات ذکر کی ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے:

”وہ رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ پیاری تھیں۔ آپ نے ان کے

① جلاء الافہام، ص: ۳۴۹.

② سیر اعلام النبلاء: ۱۴۰/۲.

③ سیر اعلام النبلاء: ۱۸۱/۲.

سوا کسی کنواری سے شادی نہیں کی۔ جب آپ ان کے لحاف میں ہوتے تھے تو اس وقت بھی آپ پر وحی آ جایا کرتی تھی۔ جب بیویوں کو اختیار دینے والی آیت اتری تو آپ نے سب سے پہلے انہی کو سنائی اور ان کو اختیار دیا تو انہوں نے فوراً اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرنے کا اعلان کیا، پھر باقی ازواج مطہرات نے بھی انہی کے طریقہ پر عمل کیا۔ جب قصہ افک میں ان پر الزام لگایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی براءت کا نہ صرف اعلان فرمایا بلکہ ان کی پاکیزگی کے بارے میں وحی اتاری جو قیامت تک نمازوں اور مساجد میں پڑھی جاتی رہے گی، اللہ تعالیٰ نے اس بات کی گواہی دی کہ ان کا شمار پاکیزہ عورتوں میں ہوتا ہے اور ان کے لیے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ فرمایا۔ اس عظیم شان و مرتبہ کے باوجود کسر کرتے ہوئے فرماتی ہیں: ”میرے نزدیک میرا مرتبہ اس سے بہت کم ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں قرآن نازل فرمائے جو تا قیامت پڑھا جائے۔“ بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب کسی دینی مسئلہ میں کوئی اشکال پیش آتا تو وہ آ کر ان سے پوچھتے اور اس مسئلہ میں شافی جواب حاصل کرتے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے گھر میں، ان کی باری کے دن ان کے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے اللہ کو پیارے ہوئے اور انہی کے گھر میں دفن ہوئے۔ فرشتے نے ان کی تصویر نبی اکرم ﷺ کو شادی سے قبل ریشم کے کپڑے میں دکھائی تھی تو آپ نے فرمایا تھا کہ اگر اس کا مطلب یہی ہے کہ یہ میری بیوی ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کے اسباب پیدا فرمادیں گے۔ لوگ (صحابہ کرام) تحفے بھیجتے وقت اس انتظار میں رہتے کہ ان کی باری کا دن آئے تو بھیجیں، چنانچہ وہ آپ کی عزیز ترین بیوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آپ کو تحفہ بھیجتے۔“ ❶

## ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد یہ وہ پہلی خاتون ہیں جن سے آپ نے شادی فرمائی اور تقریباً تین سال وہ آپ کے گھرا کیلی رہیں، پھر آپ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ یہ بہت بزرگ، عظیم الشان، سمجھدار، سردار قسم کی بڑے قد و کاٹھ اور بھاری جسامت والی خاتون تھیں۔ آخری دور میں انہی نے اپنی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہہ کردی تھی تاکہ رسول اللہ ﷺ مزید خوش ہوں۔“<sup>①</sup>

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

”وہ بوڑھی ہو گئی تھیں اور آپ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا اس لیے انہوں نے اپنی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہہ کردی۔ یہ ان کی خصوصی فضیلت تھی کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے قرب و محبت کی خاطر اپنی باری کے لیے آپ کی محبوب ترین بیوی کا انتخاب فرمایا اور آپ کا ساتھ چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ اپنی تمام بیویوں کے لیے باری مقرر فرماتے تھے، لیکن سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی باری، ان کی خوشی و رضا مندی سے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے مقرر فرماتے تھے اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے اپنی خوش قسمتی تصور کرتی تھیں۔“<sup>②</sup>

## ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

”بلند مرتبہ عفت مآب خاتون، امیر المومنین ابو حفص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی، جب پہلے خاوند حنیس بن حذافہ سہمی بدری رضی اللہ عنہ جو مہاجر بھی تھے

① سیر اعلام النبلاء: ۲/۲۶۵، ۲۶۶۔

② جلاء الافہام، ص: ۳۵۰۔



کی وفات کے بعد عدت ختم ہوئی تو ۳ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”ازواج مطہرات میں سے صرف یہی خاتون میری ہم پلہ بنتی تھیں۔“<sup>①</sup>

ام المومنین سیدہ ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا:

حافظ ذہبی رحمہ اللہ ان کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

”پاکباز، عصمت مآب سردار خاتون، اولین مہاجر عورتوں کی سرخیل، ان کا شمار

فقہاء صحابیات میں ہوتا ہے۔“<sup>②</sup>

جناب یحییٰ بن ابی بکر عامری یوں مدح سراہیں:

”یہ بہت صاحب علم و فضل اور متحمل مزاج خاتون تھیں۔ انہوں نے ہی صلح

حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کو بہترین مشورہ دیا تھا کہ آپ صحابہ سے کچھ

نہ کہیں بلکہ اپنی حجامت بنوائیں اور قربانی کا جانور ذبح فرمائیں۔ صحابہ خود بخود

عمل کریں گے اور پھر ایسا ہی ہوا۔ انہوں نے ہی جبریل علیہ السلام کو سیدنا دحیہ

کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں دیکھا تھا۔“<sup>③</sup>

ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ ان کے متعلق یوں رطب اللسان ہیں:

”انہیں ان کی کثرت سخاوت کی وجہ سے ’ام المساکین‘ کا لقب حاصل تھا۔“<sup>④</sup>

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

① سیر العلام النبلاء: ۲/۲۲۷.

② سیر اعلام النبلاء: ۳/۲۰۱ تا ۲۰۳.

③ الرياض المستطابة، ص: ۳۲۴.

④ سیر اعلام النبلاء: ۲/۲۱۸.

”مساکین کو بکثرت کھانا کھلانے کی وجہ سے انہیں ’ام المساکین‘ کہا جاتا تھا۔ یہ

آپ کے ہاں صرف دو تین ماہ زندہ رہیں پھر اللہ کو پیاری ہو گئیں۔“<sup>①</sup>

ام المومنین سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا:

سید المرسلین ﷺ نے ان کو اپنے نکاح کے لیے منتخب فرمایا اور یہ ان کے لیے بڑے فضل و شرف کی بات تھی۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”یہی وہ ام المومنین ہیں جن کی وجہ سے مسلمانوں نے ان کی قوم کے سو گھرانے،

جو غلام بنا لیے گئے تھے، یہ کہہ کر آزاد کر دیے کہ یہ لوگ تو رسول اللہ ﷺ کے

سسرالی رشتہ دار بن چکے ہیں۔ گویا یہ ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کی برکت تھی

جو ان کی قوم کو حاصل ہوئی۔“<sup>②</sup>

ام المومنین سیدہ صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا:

جامع ترمذی میں صحیح سند کے ساتھ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

((إِنَّكَ لَابْنَةُ نَبِيٍّ، وَإِنَّ عَمَّكَ لَنَبِيٍّ، وَإِنَّكَ لَتَحْتَ نَبِيٍّ))<sup>③</sup>

”بلاشبہ تو ایک نبی کی نسل سے ہے۔ ایک نبی (موسیٰ علیہ السلام) تیرے چچا تھے اور تو

ایک نبی (محمد ﷺ) کے نکاح میں ہے۔“

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا صاحب عز و شرف، انتہائی عاقل، حسب و نسب اور جمال و

دین کی تمام صفات سے متصف تھیں۔“<sup>④</sup>

① جلاء الافہام، ص: ۳۷۶.

② جلاء الافہام، ص: ۳۷۶، ۳۷۷.

③ جامع الترمذی، المناقب، باب فضل أزواج النبی ﷺ، ح: ۳۸۹۴.

④ سیر اعلام النبلاء: ۲/۲۳۲.

نیز فرماتے ہیں:

”صفیہ رضی اللہ عنہا تحمل و بردباری اور عزت و وقار کا مجسمہ تھیں۔“<sup>①</sup>

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ان کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

”رسول اللہ ﷺ نے سیدہ صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا سے شادی فرمائی جو موسیٰ علیہ السلام

کے بھائی سیدنا ہارون بن عمران علیہ السلام کی نسل سے تھیں۔“

ابن قیم رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

”ان کی خصوصی فضیلت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں آزاد فرمایا اور

آزادی ہی کو ان کا مہر بنا دیا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”ان کی آزادی ہی کو

ان کا مہر قرار دیا۔“ پھر یہ قیامت تک کے لیے سنت جاری ہو گئی کہ ہر شخص اپنی

لوٹڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے اور آزادی ہی کو مہر بنا لے تو یہ نہ صرف

جائز ہوگا بلکہ فضیلت کا کام ہوگا۔ جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے صراحت فرمائی

ہے۔“<sup>②</sup>

ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کو ”عزت و عفت مآب سیدہ خاتون“ کے الفاظ سے ملقب کیا ہے۔<sup>③</sup>

”سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو خاص احترام و وقار حاصل تھا۔ خصوصاً ان کے بھائی

معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں جن کو ان کی وجہ سے ”مومنوں کے ماموں“ کے

معزز لقب سے پکارا جاتا تھا۔“<sup>④</sup>

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ”البدایہ والنہایہ“ میں یوں مدح سرائی کی ہے:

① جلاء الافہام، ص: ۳۷۷.

② سیر اعلام النبلاء: ۲/۲۱۸.

③ سیر اعلام النبلاء: ۲/۲۲۲.

”وہ عظیم الشان امہات المؤمنین میں سے تھیں اور انتہائی عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں۔“<sup>①</sup>

ام المؤمنین سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

”واللہ! وہ ہم سب سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والی اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔“<sup>②</sup>

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”وہ سردار عورتوں میں سے تھیں۔“<sup>③</sup>

ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا:

صحیح مسلم کی ایک طویل حدیث میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے:

((وَهِيَ الَّتِي كَانَتْ تُسَامِينِي مِنْهُنَّ فِي الْمَنْزِلَةِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَلَمْ أَرِ امْرَأَةً قَطُّ خَيْرًا فِي الدِّينِ مِنْ زَيْنَبَ، وَاتَّقَى لِي، وَأَصْدَقَ حَدِيثًا، وَأَوْصَلَ لِلرَّحِمِ، وَأَعْظَمَ صَدَقَةً، وَأَشَدَّ ابْتِدَآلًا لِنَفْسِهَا فِي الْعَمَلِ الَّذِي تُصَدِّقُ بِهِ، وَتُقَرِّبُ بِهِ إِلَى اللَّهِ [تَعَالَى]، مَا عَدَا سُورَةَ مِنْ حِدَّةٍ كَانَتْ فِيهَا، تُسْرِعُ مِنْهَا الْفَيْئَةَ))<sup>④</sup>

”ازواج مطہرات میں سے یہی وہ خاتون تھیں جو رسول اللہ ﷺ کے ہاں عزت و منزلت میں میرے برابر ہو سکتی تھیں۔ دینی لحاظ سے میں نے کوئی عورت زینب رضی اللہ عنہا سے بہتر نہیں دیکھی۔ خشیت الہی، صدق مقال، صلہ رحمی، صدقہ و

① البدایة والنهاية: ۱۱/۱۶۶.

② سیر اعلام النبلاء: ۲/۲۴۴.

③ سیر اعلام النبلاء: ۲/۲۳۹.

④ صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب في فضائل عائشة أم المؤمنين رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، ح: ۲۴۴۲.

سخاوت اور تقرب الی اللہ کی جدوجہد میں ان کی نظیر تلاش کرنا مشکل ہے۔ البتہ ان میں کچھ تلخی اور غصہ ضرور تھا جو جلد ہی فرو ہو جاتا تھا۔“

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے صریح قرآنی حکم کے ذریعے سے ان کا نکاح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بغیر ولی اور گواہوں کے خود فرمایا۔ وہ اس بنا پر دوسری امہات المومنین پر فخر کیا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں: ”تمہاری شادی تمہارے گھر والوں نے کی جبکہ میری شادی اللہ تعالیٰ نے عرش پر کی۔“ یہ حدیث صحیح بخاری میں موجود ہے۔“<sup>①</sup>

نیز فرماتے ہیں:

”دین داری، تقویٰ، سخاوت اور حسن سلوک کے لحاظ سے وہ سردار عورتوں میں سے تھیں۔“

مزید فرمایا:

”وہ انتہائی نیک نفس، کثرت سے روزے رکھنے والی، نماز کی شائق اور اعلیٰ اخلاق کی حامل خاتون تھیں۔ انہیں ”ام المساکین“ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔“<sup>②</sup>

رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ ان کا تعارف یوں پیش فرماتے ہیں:

”سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی، عبدالمطلب کی بیٹی، ہاشمیہ، سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی سگی بہن، نبی کریم ﷺ کے حواری سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ تھیں۔“

نیز فرماتے ہیں:

”صحیح بات یہ ہے کہ آپ ﷺ کی پھوپھیوں میں سے ان کے سوا کوئی مسلمان

نہیں ہوئی۔ وہ اپنے بھائی سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر سخت غمگین ہوئیں، لیکن انہوں نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کے ثواب کی طلب گار رہیں۔ نیز وہ اولین مہاجر عورتوں میں شامل ہیں۔“<sup>①</sup>

### دیگر اہل بیت صحابیات:

جناب رسول اللہ ﷺ کی بیٹیاں، زینب، رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن۔  
سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی دو بیٹیاں ام کلثوم اور زینب۔ یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تھیں۔  
امامہ بنت ابی العاص بن ربیع، ان کی والدہ حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ تھیں۔ یہ آپ کی وہ نواسی ہیں جنہیں جناب رسول اللہ ﷺ کبھی نماز میں اٹھائے ہوئے ہوتے تھے۔

ام ہانی بنت ابی طالب بن عبدالمطلب۔

زبیر بن عبدالمطلب کی دو بیٹیاں ضباعۃ اور ام الحکم۔ ان دونوں کا ذکر ایک حدیث میں ہے جو سنن ابی داود میں ان ہی سے مروی ہے۔<sup>②</sup> اور سیدہ ضباعۃ رضی اللہ عنہا وہی ہیں جن سے حج میں شرط لگانے والی روایت منقول ہے۔ آپ نے انہیں فرمایا تھا:

((قُولِي: فَإِنْ حَبَسَنِي حَابِسٌ فَمَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي))<sup>③</sup>

”تو کہہ: اے اللہ! اگر مجھے کوئی رکاوٹ پیش آگئی تو میں اسی جگہ حلال ہو جاؤں

گی جہاں رکاوٹ پیش آئے گی۔“

سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی بیٹی امامہ۔

رضی اللہ عنہن وارضاهن۔

① سیر اعلام النبلاء: ۲/۲۶۹، ۲۷۰۔

② سنن ابی داود، حدیث: ۲۹۸۷۔

③ صحيح البخاري، النكاح، باب الأكل في الدين، ح: ۵۰۸۹۔

## آٹھویں فصل:

# بعض اہل علم کی اہل بیت تابعین کے بارے میں مدح سرائی

محمد بن علی بن ابی طالب المعروف ابن حنفیہ رحمہ اللہ:

علامہ ابن حبان رحمہ اللہ اپنی کتاب میں ان کے بارے میں فرماتے ہیں:  
”محمد بن علی بن ابی طالب رحمہ اللہ اہل بیت کے افضل ترین لوگوں میں سے  
تھے۔“<sup>①</sup>

علامہ مزنی رحمہ اللہ ”تہذیب الکمال“ میں لکھتے ہیں کہ امام احمد بن عبد اللہ عجلای ان کے  
بارے میں فرماتے ہیں:

”وہ ثقہ تابعی اور انتہائی نیک شخصیت تھے۔“

امام ابراہیم بن عبد اللہ بن جنید نے فرمایا:

”عن علی عن النبی ﷺ کی سند سے بیان کرنے والوں میں کوئی شخص محمد بن

حنفیہ سے بڑھ کر معتبر اور صحیح بیان کرنے والا ہمیں معلوم نہیں۔“<sup>②</sup>

علامہ ذہبی رحمہ اللہ اسرایل عن عبد اللہ العلی (ابن عامر) کے حوالہ سے یوں رقم طراز ہیں:

”محمد بن علی رحمہ اللہ کی کنیت ابوالقاسم تھی، وہ انتہائی پرہیزگار اور متبحر عالم تھے۔“<sup>③</sup>

مزید فرماتے ہیں:

”محمد بن علی رحمہ اللہ مسلمانوں کے سردار، امام، ابوالقاسم اور ابو عبد اللہ تھے۔“<sup>④</sup>

② تہذیب الکمال: ۸۰، ۷۹/۱۷.

① کتاب الثقات لابن حبان: ۳۴۷/۵.

④ سیر اعلام النبلاء: ۱۱۰/۴.

③ سیر اعلام النبلاء: ۱۱۵/۴.

## حضرت علی بن حسین بن علی بن ابی طالب المعروف زین العابدین رحمہ اللہ:

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے ان کی یوں مدح سرائی کی ہے:

”علی بن حسین رحمہ اللہ معتبر، ثقہ، بلند مرتبہ، عظیم الشان اور پرہیزگار شخصیت تھے۔ ان سے بہت زیادہ احادیث مروی ہیں۔“<sup>①</sup>

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ یوں رقم طراز ہیں:

”علی بن حسین رحمہ اللہ کبار تابعین میں سے تھے اور علم اور دین کے لحاظ سے ائمہ میں شمار ہوتے ہیں۔“<sup>②</sup>

علامہ مزنی رحمہ اللہ ان کے حالات کے تحت لکھتے ہیں کہ زہری رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں:

”میں نے علی بن حسین رحمہ اللہ سے بڑھ کر صاحب علم و فضل کوئی قریشی نہیں دیکھا۔“

ابو حازم، زید بن اسلم، امام مالک اور یحییٰ بن سعید انصاری رحمہم اللہ سے بھی اسی قسم کے الفاظ منقول ہیں۔

حضرت عجل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”حضرت علی بن حسین رحمہ اللہ مدینہ منورہ کے رہنے والے، ثقہ اور معتبر تابعی تھے۔“

حضرت زہری رحمہ اللہ ان کی بابت فرماتے ہیں:

”حضرت علی بن حسین رحمہ اللہ تمام اہل بیت میں نیکی اور فضیلت کے لحاظ سے اعلیٰ ترین لوگوں میں سے تھے اور مروان بن حکم اور عبد الملک بن مروان ان سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے۔“<sup>③</sup>

علامہ ذہبی رحمہ اللہ یوں رطب اللسان ہیں:

”علی بن حسین مسلمانون کے سردار، امام، زین العابدین، ہاشمی، علوی،

① الطبقات لابن سعد: ۲۲۲/۵.

② منهاج السنة النبویة: ۴۸/۴.

③ تہذیب المکال: ۲۳۸/۱۳ تا ۲۴۰.



مدنی تھے۔“ ❶

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”یہ انتہائی معتبر، ثقہ، عبادت گزار، علم وفقہ کی حامل مشہور شخصیت تھے۔“ ❷

محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب المعروف محمد باقر رحمہ اللہ:

جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث محمد باقر رحمہ اللہ سے یوں مروی ہے:

”ہم کئی افراد سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے ہاں حاضر ہوئے تو وہ ہمارے بارے میں

پوچھنے لگے۔ جب میری باری آئی تو میں نے عرض کیا:

”جناب! میں محمد بن علی بن حسین ہوں۔“ یہ سنتے ہی انہوں نے اپنا ہاتھ میرے

سر کی طرف بڑھایا، پھر انہوں نے میرا اوپر والا بٹن کھولا پھر نچلا بٹن کھولا اور اپنا

دست شفقت میرے سینے پر رکھا، میں ان دنوں نو جوان لڑکا تھا۔ پھر فرمانے

لگے: ”اے پیارے بھتیجے! خوش آمدید! جو دل چاہے پوچھو۔“ میں نے گزارش

کی ”جناب! مجھے رسول اللہ ﷺ کے حج کے بارے میں بیان فرمائے۔“ پھر

انہوں نے حجۃ الوداع کے بارے میں لمبی حدیث بیان کی۔“

اس واقعہ سے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے دل میں محمد باقر رحمہ اللہ کے عزت و احترام کی نشاندہی

ہوتی ہے۔ ❸

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ”منہاج السنہ“ میں یوں رقمطراز ہیں:

”اسی طرح ابو جعفر محمد بن علی (امام باقر رحمہ اللہ) انتہائی دین دار اور بہترین عالم

تھے۔“ کہا گیا ہے کہ انہیں ”باقر“ اس لیے کہا جاتا تھا کہ انہوں نے علم کی خوب

❶ سیر اعلام النبلاء: ۴/ ۴۸۶۔

❷ تقریب التهذیب، ص: ۶۹۳۔

❸ صحیح مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، حدیث: ۱۲۱۸۔

تحقیق کی۔ اس بنا پر نہیں کہ کثرتِ سجد کی وجہ سے ان کی پیشانی زخمی ہو گئی تھی۔<sup>①</sup>  
علامہ مزنی رحمہ اللہ ”تہذیب الکمال“ میں لکھتے ہیں کہ علامہ عجل رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

”وہ مدینہ منورہ کے رہنے والے معتبر اور ثقہ تابعی تھے۔“

ابن البرقی فرماتے ہیں:

”وہ صاحب علم و فضل اور فقیہ تھے۔“<sup>②</sup>

علامہ ذہبی رحمہ اللہ یوں مدح سرا ہیں:

”مسلمانوں کے سردار، ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی، علوی، فاطمی، مدنی، امام زین العابدین کے بیٹے، وہ علم و عمل، سیادت، شرف، بزرگی، ثقاہت اور متانت کا مجسمہ تھے۔ بلاشبہ خلافت کے قابل تھے۔ ان بارہ ائمہ میں سے ایک ہیں جن کی امامیہ شیعہ حد درجہ تعظیم کرتے ہیں، بلکہ ان کو معصوم سمجھتے ہیں اور ان کے بارے میں تمام مسائل دین کی معرفت کا دعویٰ کرتے ہیں، حالانکہ صرف فرشتے اور انبیاء ہی معصوم ہیں۔ ان کے علاوہ ہر شخص صحیح بھی کہہ سکتا ہے اور غلط بھی۔ اس کا قول لیا بھی جاسکتا ہے اور چھوڑا بھی جاسکتا ہے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کے علاوہ کہ وہ منجانب اللہ معصوم ہیں اور ان کو ہر وقت وحی کے ساتھ تائید حاصل رہتی ہے۔ ابو جعفر ”باقر“ کے لقب سے مشہور ہیں کہ انہوں نے علم کی اچھی طرح تحقیق کی تھی اور علم کی مخفیات تک ان کی رسائی تھی۔ وہ مجتہد امام تھے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو بخوبی پڑھنے اور جاننے والے تھے۔ غرض وہ عظیم الشان شخصیت تھے۔“

نیز فرماتے ہیں:

① منہاج السنة النبویة: ۵۰/۴.

② تہذیب الکمال: ۷۴/۱۷.

”امام نسائی رحمہ اللہ وغیرہ نے انہیں مدینہ منورہ کے فقہاء تابعین میں شمار کیا ہے اور حفاظ محدثین کا اجماع ہے کہ ان کی نقل کردہ حدیث سے حجت پکڑی جاسکتی ہے۔“<sup>①</sup>

جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رحمہ اللہ:

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ان کی شان میں یوں رطب اللسان ہیں:

”امام جعفر صادق رحمہ اللہ بہترین اہل علم اور اہل دین دار لوگوں میں سے تھے۔“

عمر بن ابی مقدام فرماتے ہیں:

”جب میں جعفر بن محمد کو دیکھتا تھا تو یقین آ جاتا تھا کہ وہ واقعاً انبیاء کی نسل سے ہیں۔“<sup>②</sup>

مزید ان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”وہ علمائے امت کے سردار تھے۔“<sup>③</sup>

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”امام صادق، بنو ہاشم کے سردار، ابو عبد اللہ، قریشی، ہاشمی، علوی، نبوی، مدنی اور علمائے امت میں اہم شخصیت تھے۔“

ایک دوسرے مقام پر ان کے والد محترم اور ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

”وہ دونوں مدینہ منورہ کے جلیل القدر عالم تھے۔“<sup>④</sup>

امام ذہبی رحمہ اللہ ”تذکرۃ الحفاظ“ میں فرماتے ہیں:

”امام شافعی اور امام یحییٰ بن معین رحمہما اللہ نے ان کی ثقاہت کا کھلا اعتراف کیا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر بن محمد رحمہما اللہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔“

① سیر اعلام النبلاء: ۴/۴۰۱ تا ۴۰۳.

② منهاج السنة النبویة: ۴/۵۲، ۵۳.

③ فضل اہل البیت و حقوقہم، ص: ۳۵.

④ سیر اعلام النبلاء: ۶/۲۵۵.

امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اتنے ثقہ ہیں کہ ان کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں۔“<sup>①</sup>

علی بن عبد اللہ بن عباس رحمہ اللہ:

علامہ ابن سعد ان کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

”علی بن عبد اللہ بن عباس رحمہ اللہ سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ روئے زمین پر

سب سے زیادہ خوبصورت قریشی تھے، انتہائی وجیہ تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ

سب سے بڑھ کر نفلی نماز کے شائق تھے، حتیٰ کہ ان کی عبادت اور فضیلت کی بنا پر

ان کو ”سجاد“ کہا جاتا تھا۔“

مزید فرماتے ہیں:

”وہ انتہائی معتبر اور ثقہ تھے البتہ احتیاطاً حدیث کی روایت کم کیا کرتے تھے۔“<sup>②</sup>

علامہ مزی رحمہ اللہ ”تہذیب الکمال“ میں لکھتے ہیں کہ امام عجل اور امام ابو زان کے بارے

میں فرماتے ہیں:

”وہ انتہائی معتبر اور ثقہ تھے۔“

عمر بن علی فرماتے ہیں:

”وہ انتہائی نیک اور شریف النفس تھے۔“

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ان کا تذکرہ ثقہ اور معتبر راویوں میں کیا ہے۔“<sup>③</sup>

علامہ ذہبی رحمہ اللہ ان کے حق میں یوں مدح سراہیں:

”سردار، امام، خلفاء کے باپ، ابو محمد، ہاشمی، سجاد۔ وہ علم و عمل، جسامت و

خوبصورتی، قد و کاٹھ اور رعب و ہیبت کا مجسمہ تھے۔“<sup>④</sup>

① تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۲۶.

② الطبقات لابن سعد: ۵/۳۱۳، ۳۱۴.

③ تہذیب الکمال: ۱۳/۳۴۷.

④ سیر اعلام النبلاء: ۵/۲۵۲.

## نویں فصل:

# اہل بیت کے بارے میں اہل سنت اور دیگر فرقوں کے عقیدے میں تقابل

گزشتہ بحثوں سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ افراط و تفریط سے محفوظ ہے، اس میں غلو ہے نہ تنقیص۔ وہ سب سے محبت و عقیدت رکھتے ہیں، کسی کی تنقیص نہیں کرتے ہیں اور نہ غلو سے کام لیتے ہیں۔ اسی طرح وہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت و عقیدت رکھتے ہیں۔ گویا وہ صحابہ اور اہل بیت دونوں سے بیک وقت محبت رکھتے ہیں۔ بخلاف گمراہ فرقوں کے کہ وہ اہل بیت کے کچھ افراد سے تو محبت میں غلو کرتے ہیں مگر بہت سے اہل بیت اور دیگر صحابہ سے بغض رکھتے ہیں اور ان کی تنقیص کرتے ہیں۔ اہل بیت کے بارہ ائمہ یعنی علی، حسن و حسین رضی اللہ عنہم اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے نو اماموں کے بارے میں اس گمراہ فرقے کے غلو کی ایک مثال کلینی کتاب ”الاصول من الکافی“ کے مضامین ہیں جس کے چند ابواب ملاحظہ ہوں: باب: ائمہ کرام علیہم السلام زمین میں اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے دروازے ہیں جن کے بغیر اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچا جاسکتا۔ (۱۹۳/۱)

باب: ائمہ علیہم السلام وہ علامات ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ (۲۰۶/۱) اس باب میں شیعہ راویوں سے مروی تین روایات ہیں جن میں قرآن مجید کی آیت کریمہ ﴿وَعَلَّمَآتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ﴾ کی یہ تفسیر بیان کی گئی ہے کہ ”نجم“ سے مراد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے آل ہیں اور ”علامات“ سے ائمہ کرام مراد ہیں۔

باب: ائمہ علیہم السلام اللہ تعالیٰ کا نور ہیں۔ (۱۹۴/۱) اس باب میں بھی چند شیعہ روایات ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث کی سند ابو عبد اللہ امام جعفر صادق تک پہنچتی ہے، جس میں اس آیت کریمہ کی تفسیر کی گئی ہے:

﴿اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُّورٌ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (النور: ۲۴)

امام جعفر صادق کی طرف اس کی تفسیر یوں منسوب کی گئی ہے کہ ”مشکوٰۃ“ سے مراد حضرت فاطمہ ہیں۔ ”مِصْبَاحُ“ سے مراد حضرت حسن ہیں۔ ”زُجَاجَةُ“ سے مراد حضرت حسین ہیں۔ ”كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ“ سے بھی حضرت فاطمہ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ دنیا کی عورتوں میں روشن ستارے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ”شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ“ سے مراد ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ”شَرْقِيَّةٍ“ سے مراد یہودیت اور ”غَرْبِيَّةٍ“ سے مراد عیسائیت ہے۔ ”زَيْتُ“ سے مراد علم ہے۔ ”نُّورٌ عَلَى نُورٍ“ سے مراد ائمہ کرام ہیں جو یکے بعد دیگرے آئے۔ ”لِنُورِهِ“ سے مراد بھی ائمہ کرام ہیں۔

باب: قرآن مجید میں مذکور لفظ ”آیات“ سے ائمہ کرام مراد ہیں۔ (۲۰۷/۱)

اس باب میں ﴿وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ کی تفسیر میں کہا گیا ہے: ”آیات“ سے مراد ائمہ کرام ہیں۔ اسی طرح ایک دوسری آیت ﴿كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا﴾ میں ”آیات“ سے تمام اوصیاء مراد لیے گئے ہیں۔ گویا آیت کا مطلب یہ ہوا کہ آل فرعون پر اس لیے عذاب آیا کہ انہوں نے اوصیاء یعنی ائمہ کرام کی تکذیب کی تھی۔

باب: جن اہل ذکر سے اللہ نے پوچھنے کا حکم دیا ہے ان سے مراد ائمہ کرام ہیں۔ (۲۱۰/۱)

باب: قرآن امام کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ (۲۱۶/۱)

اس باب میں اللہ کے فرمان: ﴿إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ﴾ کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ قرآن امام کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اس سے ائمہ کرام مراد ہیں کہ ان کی نصرت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تم سے پختہ عہد لیا ہے۔

باب: جس نعمت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں کیا ہے اس سے ائمہ کرام مراد ہیں۔ (۲۱۷/۱) ﴿أَلَمْ تَرَىٰ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللَّهِ كُفْرًا﴾ کی تفسیر میں ذکر کیا گیا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اس نعمت سے مراد ہم ہیں، قیامت کے دن جو شخص بھی کامیاب ہوگا ہمارے واسطے سے کامیاب ہوگا۔“

اسی طرح سورہ رحمان کی مشہور آیت ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ کی تفسیر میں کہا گیا ہے: ”کیا تم نبی کو جھٹلاتے ہو یا وصی کو؟“

باب: لوگوں کے اعمال نبی کریم ﷺ اور ائمہ کرام پر پیش کیے جاتے ہیں۔ (۲۱۹/۱)

باب: ائمہ علیہم السلام کے پاس وہ تمام کتابیں تھیں جو کسی بھی دور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں اور وہ باوجود کے اختلاف کے ان سب کو جانتے پہچانتے تھے۔ (۲۲۷/۱)

باب: مکمل قرآن مجید ائمہ علیہم السلام کے سوا کسی نے جمع نہیں کیا اور وہی اس کے مکمل علم کو جانتے ہیں۔ (۲۲۸/۱)

باب: ائمہ علیہم السلام وہ تمام علوم جانتے ہیں جو ملائکہ، انبیاء اور رسولوں کو معلوم تھے۔ (۲۵۵/۱)

باب: ائمہ علیہم السلام اپنی موت کا وقت جانتے ہیں اور وہ اپنے اختیار کے ساتھ فوت ہوتے ہیں۔ (۲۵۸/۱)

باب: ائمہ علیہم السلام ہر گزشتہ اور آئندہ کا علم رکھتے ہیں اور ان پر کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی۔ (۲۶۰/۱)

باب: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو جو بھی علم سکھایا وہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کو بھی سکھانے کا حکم دیا اور وہ آپ کے ہر علم میں شریک تھے۔ (۳۶۳/۱)

باب: لوگوں کے پاس جو بھی حق بات ہے وہ ائمہ علیہم السلام ہی کی طرف سے ان تک پہنچی ہے اور جو ان کے واسطے سے نہیں ملی وہ باطل ہے۔ (۳۹۹/۱)

یہ تمام ابواب بہت سی شیعہ روایات پر مشتمل ہیں۔ یہ تمام حوالے اس ایڈیشن کے ہیں جو مکتبہ الصدوق طہران نے ۱۳۸۱ھ میں شائع کی ہے۔ یہ کتاب شیعہ کی انتہائی بلند مرتبہ کتب میں سے ایک ہے۔ کتاب کے مقدمہ میں کتاب اور مؤلف کتاب کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ مؤلف کی وفات ۳۲۹ھ میں ہوئی۔ یہ جو کچھ میں نے نقل کیا ہے ان کے علماء کے اپنے ائمہ کے بارے میں غلو کا ایک نمونہ ہے۔

باقی رہا متاخرین کا ائمہ کے بارے میں غلو تو یہ ان کے ایک موجودہ دور کے امام خمینی کے اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے:

”امام علیہ السلام کے لیے ولایت اور حاکمیت کا ثبوت اس بات کا تقاضا نہیں کرتا ہے کہ وہ اس مرتبہ سے محروم ہو گیا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں حاصل ہے اور اس سے وہ عام حکمرانوں جیسا نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ امام کو اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل تعریف مقام اور بلند مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ نیز اسے ایسی تکوینی خلافت حاصل ہوتی ہے کہ اس کی حکومت اور غلبہ کے سامنے اس کائنات کا ذرہ ذرہ تابع فرمان ہوتا ہے اور یہ ہمارے مذہب کا لازمی اور قطعی عقیدہ ہے کہ ہمارے ائمہ علیہم السلام کو وہ مقام حاصل ہے کہ اس تک نہ کوئی مقرب فرشتہ پہنچ سکتا ہے نہ کوئی نبی اور رسول اور ہمارے پاس ایسی کثیر روایات اور احادیث موجود ہیں جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ رسول اعظم ﷺ اور ائمہ علیہم السلام اس جہان کے وجود میں آنے سے قبل نور تھے۔ اللہ نے انہیں اپنے عرش کے ارد گرد مامور فرمایا اور ان کو وہ مرتبہ اور قرب



نصیب فرمایا جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ معراج کی روایات کے مطابق سیدنا جبریل علیہ السلام نے کہا تھا: اگر میں ایک پور کے برابر بھی آگے ہو جاؤں تو جل جاؤں گا، جبکہ ہمارے ائمہ علیہم السلام سے منقول ہے: ”بعض اوقات ہم اللہ تعالیٰ سے اس قدر قریب ہو جاتے ہیں کہ کسی مقرب فرشتے حتیٰ کہ کسی نبی و رسول میں بھی اس کی ہمت نہیں ہوتی۔“ ❶

کوئی عقل مند شخص اس جیسی باتیں سن کر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا:

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ (آل عمران: ۸/۳)

”اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت عطا فرمانے کے بعد ہمارے دلوں کو راہ راست سے ٹیڑھا نہ کر دینا اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما، بلاشبہ تو ہی عطا کرنے والا ہے۔“

جس شخص میں کچھ بھی عقل و شعور ہے اسے یقین ہے کہ اس قسم کی باتیں جو نقل کی گئی ہیں، وہ ان ائمہ کرام پر بہتان اور صریح جھوٹ ہیں۔ یقیناً ائمہ عظام ایسی باتوں اور ایسے پیروکاروں سے بری اور بیزار ہیں۔



## دسویں فصل:

# اہل بیت کی طرف جھوٹی نسبت جوڑنا حرام ہے

بہترین نسب نبی کریم ﷺ کا نسب مبارک ہے اور آپ ﷺ کی طرف نسبت بلند ترین نسبت ہے، جو اہل بیت کے واسطے سے ہو بشرطیکہ وہ نسب صحیح ہو۔ عرب و عجم میں بے شمار لوگ اس نسبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جو شخص واقعاً اہل بیت میں سے ہو اور وہ صاحب ایمان بھی ہو اسے تو عظیم فضیلت حاصل ہے، کیونکہ اسے دو شرف حاصل ہیں: ایمان کا شرف بھی اور خاندانی شرف بھی۔ لیکن جو شخص جھوٹا دعویٰ کرے اس نے ایک عظیم گناہ کا ارتکاب کیا، کیونکہ اس نے ایسی چیز کے حصول کا دعویٰ کیا جو اسے حاصل نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((الْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبِي زَوْرًا))<sup>①</sup>

”جو شخص ایسی چیز کے حصول کا دعویٰ کرے جو اسے حاصل نہیں وہ اس شخص کی

طرح ہے جس نے جھوٹ کا لباس (یا جعل سازی والا لباس) پہن رکھا ہو۔“

بہت سی صحیح احادیث میں اپنے نسب کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی حرمت بیان کی

گئی ہے، ان میں سے ایک حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ

کو فرماتے ہوئے سنا:

((لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعَى لِغَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُهُ، إِلَّا كَفَرَ بِاللَّهِ،

وَمَنْ ادَّعَى قَوْمًا لَيْسَ لَهُ فِيهِمْ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))<sup>②</sup>

① صحیح مسلم، الأدب باب النهي عن التزوير في اللباس وغيره.....، ح: ۲۱۲۹، من حدیث عائشة رضی اللہ عنہا

② صحیح البخاری، المناقب، باب: ۵، ح: ۳۵۰۸، و صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان حال ایمان

من قال لأخيه المسلم: یا کافر، ح: ۱۱۲

”جو شخص جانتے بوجھتے ہوئے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کا ارتکاب کرتا ہے اور جو شخص ایسی قوم کی طرف نسبت کا دعویٰ کرے جن سے اس کا کوئی نسبى تعلق نہیں وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔“

صحیح بخاری میں سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْفِرَى أَنْ يَدَّعِيَ الرَّجُلُ إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ، أَوْ يُرَى عَيْنُهُ مَا لَمْ تَرَ، أَوْ يَقُولُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا لَمْ يَقُلْ)) ❶

”سب سے بڑا بہتان یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کی بجائے کسی اور کو اپنا باپ کہے یا جھوٹا خواب بنائے جو اس نے نہیں دیکھا یا رسول اللہ ﷺ کی طرف عمداً ایسی بات منسوب کرے جو آپ نے نہیں فرمائی۔“

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”جو وقف اہل بیت یا اہل بیت کے لیے مخصوص ہے اس سے وہی شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے جس کا نسب اہل بیت سے ثابت ہو، نہ کہ جو بھی دعویٰ کرے۔“

در اصل ان سے یہ سوال کیا گیا کہ جو وقف اہل بیت معززین کے لیے مخصوص ہو تو کیا اس میں غیر معزز بھی شامل ہو سکتے ہیں؟ اور کیا وہ اس وقف سے کچھ لے سکتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا:

”اگر تو وقف نبی اکرم ﷺ کے اہل بیت یا اہل بیت کی کسی خاص نسل مثلاً: علوی، فاطمی، طالبی یا عباسی وغیرہ کے لیے ہو تو اس کا مستحق وہی شخص ہوگا جس کا نسب صحیح طور پر اہل بیت یا مخصوص نسل سے ثابت ہو۔ جو صرف دعویٰ کرے اور کوئی ثبوت پیش نہ کرے یا جس کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ وہ اہل بیت سے نہیں ایسا شخص اس وقف سے کچھ نہیں لے سکتا

خواہ وہ اہل بیت میں سے ہونے کا دعویٰ کرتا رہے، مثلاً: عبداللہ بن میمون قداح کی اولاد۔ علم الانساب کے ماہرین صاف جانتے ہیں کہ ان کا نسب اہل بیت سے صحیح ثابت نہیں۔ اس بات کی گواہی بہت سے اہل علم دے چکے ہیں، جن میں محدثین، فقہاء، اہل کلام اور اہل انساب شامل ہیں اور اس بات کی اچھی طرح بحث و تحقیق ہو چکی ہے۔ اہل اسلام کی بہت سی کتابوں میں بھی یہ بات ذکر ہو چکی ہے بلکہ اسے متواتر کہا جاسکتا ہے۔

اسی طرح جو وقف ”معززین“ کے لیے ہو اس میں سے وہی لوگ حصہ لے سکتے ہیں جن کا نسب صحیح طور پر اہل بیت سے ثابت ہو۔ البتہ اگر کوئی شخص کسی مخصوص خاندان یا نسل کے لیے وقف کرے، اس میں اہل بیت کی تخصیص نہ ہو اور موقوفہ جائیداد وقف کرنے والے کی ملکیت ہو اور اس کا کسی مخصوص خاندان کے لیے وقف کرنا صحیح ہو تو وہی مخصوص خاندان یا نسل کے لوگ اس کے مستحق ہوں گے اور بنو ہاشم اس وقف کے مستحق نہ ہوں گے۔“<sup>①</sup>

الحمد للہ ”اہل سنت کے نزدیک اہل بیت کا مقام و مرتبہ“ نامی کتاب کی اس بحث یہاں مکمل ہو چکی ہیں۔ میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ ہمیں ایسے کاموں کی توفیق عطا فرمائے جن سے اس کی رضا مندی حاصل ہو، ہمیں اپنے دین حنیف کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور حق اور سچ پر ثبت قدم رکھے، یقیناً وہی دعاؤں کو سننے والا اور قبول فرمانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اور نبی کریم محمد ﷺ، آپ کی آل و نسل اور آپ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔

